متعہ یا زنا

تصنیف لطیف

شیخ التفسیر والحدیث المفتی ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ (ملتان روڈ) بہاولپور

متعہ شیعہ کی تردید کے لئے بہترین و تحقیقی رسالہ

مُتعہ یا زنا

تصنیف لطیف

حضرت العلامہ مُفتی ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

ملنے کا پتہ:

مکتبہ اویسیہ رضویہ۔ مُلتان روڈ بہاولپور

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تمہید

امابعد! فقیر نے کتب شیعہ کے مطالعہ سے نتیجہ نکالا کہ متعہ خالص زنا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر اس لئے کہ زنا سے شرم وحیا اور خوف عوام وحکام وغیرہ حاصل ہوتا ہے یہاں یہ بھی نہیں صرف نام بدل دیا گیا ہے تاکہ بدنامی نہ ہو اور حکومت کے قوانین کی گرفت سے بچاؤ ہو سکے۔ چنانچہ آئندہ اوراق سے واضح ہو گا اور ظاہر ہے کہ کسی شے کے نام بدل دینے سے اس کی حقیقت نہیں بدلتی مثلاً کوئی شخص شراب کا نام شربت رکھ لے یا سود کا نام منافع اسی طرح گدھے کا نام ہرنی وغیرہ وغیرہ تو نام بدل دینے سے کیا ہوتا ہے جب کہ ان کی حقیقتیں اپنے مقام پر ہیں۔ ایسے ہی متعہ درحقیقت اسی زنا کا دوسرا نام ہے۔ لیکن یار لوگوں کو کون سمجھائے اور وہ سمجھتے بھی کب ہیں جبکہ ان کے لیڈروں نے انہیں قرآن اور حدیث سے اس کا نہ صرف ثبوت بہم پہنچایا ہے بلکہ اس کے اجر و ثواب کے ایسے پل باندھے ہیں کہ اتنا ثواب ان کے نزدیک حج و زیارت کا بھی نہ ہو گا۔

فقیر نے چاہا کہ اس پر عقلی و نقلی دلائل قائم کروں کہ یہ فعل شنیع نہائت درجہ کا قبیح ہے۔ اگرچہ فقیر کے معروضات ضدی اور ہٹ دھرم کو کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ البتہ خوفِ خدا دل میں رکھنے والے منصف مزاج دوستوں کے لئے مشعلِ راہ بنیں گے۔ اسی لئے چند ایک نشستوں میں اس کی تکمیل کی۔ اللہ تعالیٰ بطفیل حبیب پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم فقیر کے لئے اسے توشۂ راہِ آخرت، اور اہلِ اسلام کے لئے مشعل راہِ ہدایت بنائے۔ (آمین)

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ
دار العلوم جامعہ اویسیہ رضویہ
بہاولپور

۱۴ صفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ

مقدمہ

متعہ کے لغوی معنے اور شیعی معنے

الاستمتاع فی اللغۃ الانتفاع وکل من انتفع بہ فھو متاع (عامہ لغت) یعنی متعہ لغت میں نفع اور فائدہ اٹھانے کو کہتے ہیں جس چیز سے فائدہ اٹھایا جائے وہ متاع ہے۔

شیعہ مذہب میں ایک عورت کو مقررہ وقت کے لئے مقررہ اُجرت کے عوض جماع کی خاطر ٹھیکہ پہ لینے کا نام "متعہ" ہے کافی ص ۲۹۱ ج ۲ میں ہے۔ "انما ھی مستاجرۃ"
بیشک متاعی عورت ٹھیکہ کی شے ہے[1]

متعہ کے طریقے آئندہ صفحات پر ملاحظہ ہوں تحفۃ العوام و مصباح المسائل و دیگر کتب فقہ شیعہ میں تفصیل کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

---

[1] فروغ کافی ص ۴۳ ج ۲

متعہ کا غیر مشہور طریقہ

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیعہ کے نزدیک متعہ دوریہ جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ عام شیعہ تو اس کا انکار کرتے ہیں لیکن ان کے محققین کہتے ہیں کہ متعہ دوریہ ہماری کتب شیعہ سے ثابت ہے۔

متعہ دوریہ کا طریقہ یہ ہے کہ چند آدمی ایک عورت سے متعہ کریں اور دورے کی باری ٹھہرائیں پھر ہر ایک اپنی باری پر اس عورت سے جماع کرے۔ بتایئے یہ عورت ہوئی یا کرایہ کا مکان یا گدھا یا اونٹ کہ بوقت ضرورت ہر ایک اپنی ضرورت پوری کرے۔ اس طرح سے انسانی عزت وشرافت کا بیڑا غرق کرنے کے علاوہ وہ حفظ نسب ہر ملت میں ضروریات خمسہ میں سے ہے یعنی جس کی تقریر ہم نے دلائل عقلیہ کے باب میں عرض کی ہے۔

اس طریقہ کو اگرچہ موجودہ دور کے اثنا عشریہ امامیہ (شیعہ) نہیں مانتے لیکن معروف طریقہ میں کونسی عزت وشرافت ہے لیکن ان بندگانِ خدا کو کون سمجھائے۔

شیعہ مذہب میں متعہ کا مشہور طریقہ

شیعہ مذہب میں متعہ کا طریقہ یوں ہے کہ "کسی عورت کو

لیجئے اور اس سے کہیئے کہ میں پانچ روپے کے عوض تجھے ایک رات یا اتنا عرصہ کے لئے چاہتا ہوں جب عورت مان جائے تو متعہ درست ہو گیا[1] اس طریقہ کار اور زنا (کنجری بازی) میں کوئی فرق ہو تو بتادو صرف اس کے عوض کو حق مہر کہنا اور اسی زنا کو متعہ نکاح کہنے سے احکام خداوندی بدل نہیں سکتے اور نہ ہی آخرت کی سزا ہلکی ہو سکتی ہے۔

متعہ سے اصلی غرض

شیعوں کے نزدیک متعہ کی غرض بھی محض شہوت کو بجھانا ہے چنانچہ شیعوں کے شہید ابو عبداللہ الشہید محمد بن مکی فرماتے ہیں کہ

ویجوز العزل عنہا وان لم یشترط لان الغرض الاصلی منہ الاستمتاع دون النسل۔

(الروضۃ البہیہ معہ شرح دمشقیہ ص۲۸۶ دجامع عباسی ص۱۵۵)

یعنی ممتوعہ عورت سے عزل یعنی بوقت انزال منی کو باہر گرا دینا جائز ہے۔ اگرچہ شرط نہ کی ہو۔ کیونکہ متعہ سے اصلی غرض صرف فائدہ اٹھانا ہے نہ کہ نسل یعنی اولاد

---

[1] تحفۃ العلوم ص۲۷۶ ملخصاً ومصباح المسائل

زنا

یہی غرض زنا میں ہوتی ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو کسی زانی سے پوچھ لیجئے۔ زنا کرنے میں ان کا مقصد اولاد سے کچھ بھی نہیں بلکہ الٹا خطرہ ہے اگر کہیں ناجائز نطفہ ٹھہر جائے اور وہ بے شوہر عورت ہو تو اس نطفہ کو گرانے کے لئے کتنے پاپڑ بیلنے ہیں۔

متعہ

وقت معین کرنا متعہ میں ضروری ہے کہ وقت متعین ہو۔ وقت مقرر نہ کیا جائے تو متعہ باطل۔ ؎

زنا

زانی غریب کو پھر برا کیوں کہا جاتا ہے جبکہ وہ بھی اپنی محبوبہ سے وقت کی تعین کا محتاج ہو کر اپنی ہوس پوری کرتا ہے صرف اس لئے کہ وہ زانی ہے اور متعہ کرنے والا شیعہ۔ نام کا فرق ہے۔

خلوت میں جلوت متعہ میں اعلان واظہار بھی ضروری نہیں چنانچہ تہذیب الاحکام باب النکاح میں ہے۔ یعنی لیس فی المتعۃ اشتہار واعلان اسی طرح زنا بھی چوری چھپی ہوتا ہے۔

؎ تحفۃ العوام ص ۲۷ ج مصباح المسائل ص ۲۶۱ و جامع عباسی ص ۲۵۷

یہ علیحدہ بات ہے کہ زنا میں ملامت اور طعن وتشنیع اور دیگر خرابیوں کا خطرہ ہوتا ہے۔ متعہ میں یہ بھی نہیں۔ آزادی ہی آزادی۔ شیعوں کو ایسی شادی خانہ آبادی کی نولکھ مبارک۔

اوّل دام پھر کام

متعہ میں اُجرت پیشگی دینی ضروری ہے یہاں تک کہ اگر ممتوعہ عورت نے اُجرت کا دعویٰ کیا تو وہ قابلِ سماعت نہ ہوگا۔ [1]

رنڈی غریب نے کونسا گناہ کیا ہے کہ وہ گورنمنٹ سے لائیسنس کے لیئے ماری ماری پھرتی ہے اس کے بعد اسے ٹیکس بھی ادا کرنا پڑتا ہے اور زانی کو کیوں گالی دی جاتی ہے جبکہ وہ بھی اپنی محبوبہ کو زنا کی خرچی پیشگی ادا کرتا ہے۔ ہاں انہوں نے متعہ کو آڑ نہیں بنایا اور شیعہ چونکہ ایسے گندے فعل کو متعہ کی آڑ میں کرتے ہیں۔ اسی لئے نہ صرف پکے مومن بلکہ بقول ان کے لیڈروں کے رفع درجات کے ساتھ پاک بھی۔

مفت راچہ باید گفت

متعہ میں اُجرت کا تعین نہیں ہوتا مٹھی بھر گندم یا ایک لقمہ طعام بھی ہو سکتا ہے۔ کافی صفحہ ۱۹۴/۲ میں ہے۔

---

[1] مصباح المسائل صفحہ ۲۶۱ وتحفۃ العوام صفحہ ۲۷۴ وتنبیہ المنکرین وغیرہ وجامع عباسی صفحہ ۲۵۷

اہل انصاف غور کریں کہ جس مذہب میں شہوات نفسانی کی لذتوں کو اتنا سستا کر دیا جائے بتائیے انجام کیا نکلے گا۔

سستا سودا شیعوں کی مشہور مذہبی کتاب فروع کافی کے کتاب النکاح میں ہے۔ عن عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت امرأۃ الی عمر فقالت انی زنیت فطھرنی فامر بھا ان ترجم فاخبر بذالک امیر المومنین فقال کیف زنیت فقالت مررت بالبادیۃ فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنہ من نفسی فلما اجھدنی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامکنتہ من نفسی فقال امیر المومنین ھذا تزویج ورب الکعبۃ

(فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ صـ ۱۴۶)

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ عمر کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا مجھ سے زنا سرزد ہوا۔ اس گناہ سے مجھ کو پاک کر دو۔ عمر نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ امیر المومنین علیؓ کو اس قصہ کی خبر ہوئی تو آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ کس طرح زنا میں مبتلا ہوئی اس نے کہا میں ایک گاؤں سے گزری مجھے سخت پیاس لگی میں نے ایک گاؤں والے سے پانی مانگا اس نے کہا جب تک تو مجھ سے راضی نہ ہو جائے اس وقت

تک پانی نہ دوں گا۔ جب مجھے اپنی جان کا خوف ہوا تو میں اس کی مرضی پر راضی ہو گئی اور اس نے مجھے پانی پلا دیا۔ یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا رب کعبہ کی قسم یہ تو نکاح ہے۔

پڑھیے یہ مسئلہ تو متعہ سے بھی بڑھ گیا۔ بقول مدیر رضا کار مگر اس میں تو نہ ایجاب ہے، نہ قبول اور نہ صیغہ اور عورت و مرد متفق ہو گئے ہیں حضرت علی فرماتے ہیں اور ہیں یہ تو نکاح ہے اگرچہ بہ ظاہر ہے کہ یہاں عورت بیکس ہوئی ہے اور اس کی بیکسی سے مرد نے ناجائز فائدہ اٹھایا کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اس روایت سے جو کسی مجتہد مرد: کا فتویٰ نہیں ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی سے جبراً زنا کیا جائے تو شیعہ مذہب میں وہ بھی نکاح ہے اور نکاح تو جائز ہے تو نتیجہ یہ نکلا۔ شیعہ مذہب میں زنا بالجبر جائز ہے کیونکہ یہ بھی نکاح کی ایک صورت ہے۔

(ف) اس روایت میں زرارہ وغیرہ راوی کا ہاتھ ہے اور یقیناً ورنہ کھلے بندوں زنا اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف منسوب توبہ توبہ۔

منصف مزاج غور فرمائیں کہ روایت مذکورہ میں زنا کو اتنا عام کر دیا گیا ہے کہ جتنا اس کا حق ہے بلکہ یوں کہیے کہ جتنا اس گندے فعل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے کی کوشش فرمائی لہٰذا ہی شیعوں نے اسے عام کیا ہے۔ متعہ میں پھر بھی کچھ اس میں قیود و شرائط تو تھے روایت مذکورہ میں کسی

سم کی قید و شرط ہی نہیں ۔ اگرچہ بظاہر ہے کہ یہاں عورت جان کے
خطرہ کی بنا پر راضی ہوئی ہے لیکن اس کی بیکسی سے مرد نے ناجائز
ئدہ اٹھایا ہے مگر اس زنا کو نکاح کہنا ایسے ہے جیسے شراب کو دودھ اس
یں زنا بالجبر کی اجازت تو نہیں ۔ اور یقیناً زنا بالجبر ہے ہی تو پھر زنا
لجبر ہی یہ کیوں جبکہ ہم سب اس بدمعاش کو معاشرہ کا ڈاکو سمجھتے ہیں
و کسی بدنصیب عورت کی بیکسی سے فائدہ اٹھا کر اس کی عصمت دری
تا ہے ۔ اگر اس بدمعاش کو ہم سب نفرین کرتے ہیں تو روایت
ذکورہ پر اہل تشیع کو کیا کہا جائے گا ۔ اس کا جواب ناظرین کے عقل
و فراست اور فہم و دانیت پر چھوڑتے ہیں ۔

یاد رہے کہ مذکورہ بالا روایت کسی مردہ مجتہد کی نہیں بلکہ بقول
شیعہ معصوم و مامور من اللہ کی ہے اور پھر صحاح اربعہ یعنی مذہب
یعہ کی کتاب منزل من اللہ کے برابر کی روایت ہے یعنی اصول
افی جسے امام مہدی نے خود ملاحظہ فرمائی اور اس کی تحسین فرمائی ۔

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن | شیعہ مذہب کی ....

جیئے کہ قرآن پاک نے نکاح جیسی مقدس رسم کو بھی ایک
ائرے میں محفوظ فرمایا کہ مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے بڑھنے
یا بلکہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہوتے خود حضرت
علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری عورت سے

نکاح ناجائز قرار دے دیا گیا لیکن عشاق عیش و عشرت نے ایسی چھلانگ لگائی کہ وہاں تک کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو (۱) ہزاروں سے متعہ جائز ہے۔ [1]

(۲) زرارہ سے مروی ہے کہ

مایحل من المتعة — متعہ عورتیں کتنی حلال ہیں۔

قال کم شئت [2] — جواب دیا جتنی چاہو۔

(۳) تتزوج منهن الفا فانهن مستاجرات [3] — متعہ کرو چاہے ہزار عورتوں سے اس لئے کہ یہ ٹھیکہ کی چیزیں ہیں۔

(۴) اما المتعة فلا حصر لها علی الاصح وعن زرارة عن الصادق قال ذکر له المتعة اهی من الاربع قال تزوج منهن الفا فانهن مستاجرات [4] — متعہ کے متعلق صحیح ترین مذہب یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی تعداد مقرر نہیں حضرت امام جعفر صادقؑ سے متعہ کے متعلق پوچھا گیا کیا صرف چار عورتوں سے ہو۔ تو آپ نے فرمایا ہزار عورتوں سے کر و۔

اس لئے کہ یہ تو ٹھیکہ کی چیزیں ہیں۔

یقین مانئے کہ ہمیں ایسی بیہودہ روایات سنا کر بھی شرم محسوس ہو رہی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ہمارے مسلمان بھائی مرثیہ خوانوں ذاکروں کے ہتھکنڈے چڑھ جاتے ہیں۔ انہیں حق و باطل کے امتیاز

---

[1] ضیاء العابدین صفحہ ۱۹۳ [2] کافی ص ۱۹۱ ج ۲ [3] ایضاً ص ۱۹۱ ج ۳ (جامع الشتات) [4] الروضۃ البہیہ شرح۔

کا موقع تک نہیں دیتے فقیر نہایت ادب سے شیعہ مذہب کے پیشواؤں سے عرض کرتا ہے۔ کیا روایت مذکورہ کے مطابق تہذیب اجازت دیتی ہے۔ کہ ایک سلیم الطبع انسان ایسا گندا دھندا کرے۔

چیزیکہ آید فنا و رفتنا

شیعہ مذہب میں یہ بھی ضروری نہیں کہ جس عورت سے متعہ کیا جائے۔ وہ اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہو بلکہ جیسی ہو جس طرح کی ہو۔ پس جب شہوت کا بھوت سوار ہو۔ تو پھر اندھا دھند تیر چلا دیا چنانچہ لکھتے ہیں کہ اور کسبیاں (رنڈیاں) بھی اگر کسی کی عدت میں نہ ہو تو کراہت سے بھی متعہ درست ہے [۱]

خوب! شیعہ مذہب میں بھلائی کا دروازہ کب بند ہے جب متعہ ایک بہت بڑا ثواب ہے۔ تو رنڈی بیچاری نے کون سا جرم کیا ہے۔ جو اس ثواب عظیم سے محروم رہے۔ یہ تو اخوت و مروت کے خلاف ہے کہ رنڈی ہے۔ تو کیا ہوا پھر بھی اس سے متعہ کر کے اس کے لئے بھی بہشت کی سیٹ ریزرو کر دی جائے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء

---

[۱] ضیاء العابدین صـ۱۹۳ و تحفۃ العوام صـ و مصباح المسائل صـ

ذخیرۃ المعاد وغیرہ وغیرہ۔

سوال:۔ جن کتب کا تم نے حوالہ دیا ہے۔ ان میں بھی اور شیعہ کا مسلّم قانون ہے کہ رنڈی سے متعہ مکروہ ہے۔

جواب:۔ مکروہ کہنے اور لکھنے سے شے کے جواز پر حرف نہیں آتا۔ شیعہ کتب میں رنڈی سے متعہ مکروہ لکھا ہے۔ حرام نہیں اور شرعاً ہر وہ شے جو مکروہ ہو اس کا استعمال جائز ہوتا ہے۔ مثلاً کچے پیاز اور لہسن وغیرہ مکروہ ہیں لیکن ان کا کھانا جائز ہے اس سے خود سمجھیے کہ کنجری (رنڈی کسبی) سے متعہ جائز ہوا یا نہ۔

سوال:۔ اہل سنت کے نزدیک بھی کنجری سے نکاح جائز ہے۔ شیعہ کے نزدیک اگر متعہ نکاح ہے تو پھر کون سی خرابی لازم ہو گی۔

جواب:۔ گزشتہ سطور سے واضح ہے کہ متعہ خالص زنا ہے۔ اسے ہم مستقل طور آگے چل کر بڑے مضبوط دلائل سے ثابت کریں گے کہ متعہ خالص زنا ہے۔ جب اپنے مقام پر ثابت ہے۔ کہ متعہ زنا ہے اور نکاح شرعی ہے تو پھر جب کنجری اپنے گناہوں سے تائب ہو کر ایک جائز اور حلال طریقہ کو اختیار کرتی ہے تو پھر کون سا جرم موجب کفر خالص ہے۔ کوئی عورت تائب ہو کر بھی مسلمان سے نکاح کرتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ شیعہ مذہب میں یہودیہ کتابیہ نصرانیہ عورتوں سے بھی متعہ جائز ہے۔[۱]

---

[۱] تحفۃ العوام ص مصباح المسائل ص

متعہ میں رازِ نہانی دیکھو واشتراطا البالغ لیلاً و نہاراً مرۃ او مراراً فی الزمان المعین (الروضۃ البہیۃ)

یہ شرط لگانا بھی جائز ہے کہ میں دن میں جماع کروں گا یا رات میں یا یہ کہ ایک دفعہ جماع کروں گا یا دو دفعہ وقت مقررہ میں بالکل بجا فرمایا جبکہ وہ کرایہ پر لی گئی ہے تو پہلے کرایہ کا ٹھو کے کہ اچھی سے تشریح کی جاتی ہے کہ فلاں کام ہوگا۔ فلاں وقت ایسے ہوگا۔ ویسے ہوگا۔ اِنا للہ و انا الیہ راجعون۔

انصاف و دیانت کے پرستار یہ ہرگز گوارہ نہیں کرتے کہ واقعی امور مذکورہ بالا کسی مذہب میں ہوں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام باتیں شیعہ مذہب میں ہیں اور ان کی مذہبی کتابوں میں چمکتے ہوئے سورج کی طرح جلوہ افروز ہیں۔ اگر واقعی کسی حق پرست کو حق پسند ہے۔ تو شیعوں کی لائبریریوں سے اٹھا کر ان کتابوں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پھر سوچے کہ شیعہ مذہب میں کیا اسرار پوشیدہ ہیں۔

بیوی کی بھتیجی اور متعہ اگر زوجہ منکوحہ حرہ کی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح یا متعہ کرے تو اجازت زوجہ مذکورہ کی درکار

ہے ؎۱

قربانت شوم کیا خوب فرمایا جبکہ بیچاری بھتیجی اپنی پھوپھی کو یا بھانجی کو یا اپنی خالہ کو ملنے آئی تو صاحب کو دیکھ کر خیال گزرا کہ پرانا کپڑا آخر پرانا ہی ہے لیکن کل جدید لذیذ۔ اب مغموم و محزون ہوا۔ کہ کاش یہ گھر پر شکار ہاتھ لگ جاتا۔ تو کیا اچھا ہوتا۔ تو مذہب شیعہ نے سہارا دیا اور تھپکی دی اور فرمایا اب دیر کیا ہے۔ زوجہ کا گلا گھونٹ لیجئے اور اس سے متوا کر چلایئے گاڑی افسوس صد افسوس۔

لواطت کے مزے ناظرین حیران ہوں گے کہ مذہب شیعہ کے یہ چھپے ہوئے شیر کہاں تھے۔

اب لیجئے شیعہ مذہب میں مزے ہی مزے کے نمونے چنا نچہ

ویجوز انتیا تھا لیلاً	جائز ہے کہ متاعی عورت سے یہ
ونھاراً دان لایاتھا	شرط لگانا کہ دن یا رات میں جماع
فی الفرج و لو رضیت	کروں گا اور یہ کہ شرمگاہ میں جماع
بہ بعد العقد جاز	نہ کروں گا اگر وہ عقد کے بعد راضی
مختصر نافع ص۱۸۶	ہو جائے تو جائز ہے۔

؎۱ تحفۃ العوام ص

اس سے اشارہ سمجھنے والے کے لئے بات سمجھ میں آگئی لیکن تصریح بھی سنیئے (۱) الاستبصار صفحہ ۱۲۳ ج ۲ اور فروع کافی صفحہ ۲۴۳ ج ۲ میں ہے کہ عورت کی دُبر میں صحبت کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ عورت رضامند ہو جائے۔ ملے

اس لطف اندوزی کے ساتھ ساتھ سہولت یہ ہے کہ غسل بھی واجب نہیں چنانچہ فروع کافی صفحہ ۲۵ ج ۱ میں ہے کہ وہ عورت کہ جس کی لواطت کی جائے اس پر غسل واجب نہیں اگر عورت کی دُبر میں مرد کو انزال بھی ہو جائے۔

کیا خوب کہا ہے

دو چیزوں کی درخواست ہے اے رحمتِ باری
میخانہ کا دروازہ نہ ہو توبہ کا دربند

بالکل مفت صرف اسی پر بس نہیں بلکہ شیعہ مذہب میں تو شرمگاہ کو عاریت بھی دینا جائز ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی اپنی لونڈی سے آپ مباشرت نہ کرے اور کسی اور پر حلال کر دے تو یہ صیغہ پڑھے احللت لک وطئی ؛ ہمتی ھذہ

ملے ذخیرۃ المعاد ص ۱۹۱

یعنی میں اپنی لونڈی سے جماع تیرے لئے حلال کرتا ہوں اور جس پر حلال کرے وہ اس کے جواب میں صرف اتنا کہے قبلت میں نے قبول کیا۔ تو اس پر وہ حلال ہو جاتی ہے بے نکاح اور متعہ کے اور جب منع کر دے تو حلت موقوف ہو جاتی ہے [۱]

نیز لکھا کہ اور روایت ہے کہ جس کے پاس لونڈی ہو تو اسے چاہیئے کہ چالیسویں روز ایک بار خود اس سے مباشرت کرے یا دوسرے پر حلال کر دے۔ [۲]

عورت نہ ہوئی بلکہ سائیکل اور مفت کی سواری ہوئی کہ جس کا جی چاہے فائدہ اٹھائے۔

ماں بہن ہو یا کوئی اور محارم

عوام کے خیال میں تو شیعہ بھی ایک مذہب تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت شناس نگاہ اسے دائرہ انسانیت سے بھی خارج سمجھتی ہے۔ اگر انصاف کی نگاہ ہے تو ذیل کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

از ابو حنیفہ۔ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالفہ حریر جائز است [۳] ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ محارم (ماں بہن وغیرہ) سے ریشم لپیٹ کر جماع جائز ہے۔ حد ہو گئی بد تہذیبی کی کوئی سینگ تھوڑے ہی ہیں جو صاحب حیاء و شرم تو محارم (ماں بہن وغیرہ) کے سامنے بھی ایسی

[۱] ضیاء العابدین صہ ۱۹۲/۱۹۴ [۲] ضیاء العابدین صہ ۱۹۳
[۳] ذخیرۃ للعاد صہ ۹۵ محارم یعنی مادر خواہر وغیرہ الخ ذخیرۃ المعاد صہ ۹۲ …

تمام کے ذکر سے شرماتا ہے چہ جائیکہ ان کی شرمگاہوں کو دیکھے یا ہاتھ لگائے لیکن شیعہ بہادر نہ صرف دیکھنا ہاتھ لگانا جائز سمجھتے ہیں بلکہ ان سے جماع کرنے تک پہنچ گئے ہیں۔ اگرچہ کپڑا لپیٹ کر لیکن نفس کیفیت کیا جائے۔ مجرے کو جب اس پر شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے۔ تو پھر اندھا ہو جاتا ہے سچ ہے سے

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

سوال:۔ تمام اکابر نے بالتصریح یہ اعلان فرمایا ہے کہ شیعوں کی فہرست میں یہ نام (ابو حنیفہ) ناپید ہے۔ (رضاکار ۱۱۔ نومبر ۱۹۵۵ء) دنیا جانتی ہے۔ کہ شیعوں میں ابو حنیفہ ابن کثیر ثعلبی اور زاہد الکوثری کی قسم کے نام ہوتے ہی نہیں (شیعہ اخبار اسد لاہور" ۴ر دسمبر ۱۹۵۵ء)

جواب:۔ شیعوں میں جو ابو حنیفہ عالم گزرا ہے۔ وہ صرف مجتہد ہی نہیں تھا بلکہ اس کی حیثیت شیعوں میں ایک ڈکیٹر مطلق کی تھی۔

شیعی ابو حنیفہ

حوالہ دینے سے قبل ہم اس امر کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک نام کے دو آدمی ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابو حنیفہ نامی متعدد اشخاص ہوتے ہیں اور ان میں فرق وامتیاز ولدیت وکنیت وغیرہ سے ہوتا ہے۔ اہلسنت وجماعت

کے امام کا نام نعمان کنیت ابو حنیفہ اور ولدیت ثابت ہے مگر شیعوں میں جو ابو حنیفہ نامی عالم گزرا ہے۔ اس کا نام تو یہی ہے۔ مگر ولدیت ثابت کی بجائے ابو عبداللہ منصور ہے۔

(۱) چنانچہ تاریخ کی مشہور اور معتبر کتاب ابن خلکان میں لکھا ہے۔
ابو حنیفۃ النعمان بن ابو عبداللہ منصور کان مالکیا ثم انتقل الی مذھب الامامیہ وصنف کتبًا (تاریخ ابن خلکان)

یعنی وہ ابو حنیفہ نعمان بیٹا ابو عبداللہ منصور کا پہلے مالکی مذہب رکھتا تھا اور پھر اس نے مذہب امامیہ (شیعہ) کو قبول کیا اور اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

(۲) ابو حنیفہ نعمان بن ابی عبداللہ محمد شیعہ فقیہہ اور مفسر بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ کتاب المناقب والمثالب، کتاب الرد علی ابی حنیفہ علی مالک علی شافعی علی شریح وغیرہ مشہور ہیں۔
جامع اللغات (تحت لفظ ابو حنیفہ)

(۳) ابو حنیفہ نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن منصور بن احمد یکے از ائمہ فضل و علماء قرأت قرآن و معانی آں و وجوہ فقہ و اختلاف فقہہ و لغت و شعر و معرفت بتاریخ و ایام ناس وا درا در حق اہل بیت اطہار ہزاران ورق تالیف است و نیز در مناقب و مثالب اورا کتابے نیکو است و دو سے بر مخالفین خود رائے بر ابی حنیفہ و بر مالک

وشافعی وابن شریح ونیز کتابے در اختلاف فقہاء وکتاب اصول المذاہب وکتاب ابتداء الدعوۃ للعبیدین وکتاب الاختیار فی الفقہ کتاب اقتصار فی الفقہ وقصیدہ فقیہہ ملقب بہ الحجیہ دارد او در اول مذہب مالکی داشت پس طریقت اسماعیلیہ گرفت ملازم صحبت المعز ابی تمیم معد بن المنصور گردید آنگاہ کہ معد بدیار مصر شد با او بود در مستہل رجب ۳۶۲ یا در رجب سلخ جمادی الآخر آں سال بمصر در گذشت ومعز بر او نماز گذاشت واو در میان اسماعیلیہ سمت داعی داشت وپدر او ابو عبداللہ محمد عمرے طویل یافت وے اخبار نفیسہ بسیار از حفظ داشت ودر سنہ ۳۵۱ بصد وچہار سالگی بقیروان وفات کرد وابو حنیفہ را فرزندان شریف وصالح بودہ است از انجملہ ابو الحسن علی بن نعمان کہ معز خلیفہ فاطمی او را با ابی طاہر محمد زملی باشتراک قاضی مصر کرد ونیز ابو حنیفہ را کتابے میان فقہائے شیعہ مشہور وہم اکنوں موجود است بنام دعائم الاسلام و مجلسی در بحار جلد اول معتقد است کہ ابو حنیفہ شیعی اثناعشری است ولیکن بتقیہ خود را بصفت امامی می نماید رجوع بابن خلکان تاریخ یافعی ۔ وخطط مصر ابن زولاق شود" (لغت نامہ دہ خدا)

ترجمہ: ابو حنیفہ نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن منصور بن احمد بن حیون جو کہ قرأۃ قرآن اور معانی قرآن اور فقہ، اختلاف فقہا اور لغت اور شعر اور تاریخ اور واقعات کے سمجھنے میں بہت بڑا فاضل

تھا اور اس نے اہل بیت اطہار کی شان میں ہزار ورق تالیف کئے نیز اس نے مناقب و مثالب میں بہت کتابیں لکھی ہیں اور اپنے مخالفین کا رد کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں اس نے امام شافعی اور ابن شریح کا بھی رد کیا ہے۔ نیز اس نے اختلاف فقہا اصول المذاہب۔ ابتداء قضیہ نقیضیہ منتخب یا الحجہ کے عنوانات سے کتابیں تصنیف کیں اور یہ (ابوحنیفہ) پہلے مالکی مذہب رکھتا تھا۔ بعد ازاں طریقہ اسماعیلیہ اختیار کیا اور المعز ابی تمیم معد بن منصور کا ملازم ہوا۔ اور جبکہ معد مصر میں گیا یہ اس کے ساتھ تھا۔ اور وہاں رجب ۳۶۳ھ یا اسی سال کے ماہ جمادی الآخر کے آخری جمعہ کو مصر میں فوت ہوا۔ اور معز نے اس پر نماز جنازہ پڑھی فرقہ اسماعیلیہ میں یہ (ابوحنیفہ) ایک لیڈر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور اس کا باپ ابو عبداللہ محمد نامی نے طویل عمر پائی وہ اخبار نفیسہ کا حافظ تھا اور ۳۵۱ھ میں ایک سو چار سال کی عمر میں بمقام قیروان مرگیا۔ ابوحنیفہ مذکور نیک ولد رکھتا تھا۔ ان میں سے ابوالحسن علی بن نعمان تھا۔ جس کو معز فاطمی خلیفہ نے ابو طاہر محمد زحلی کے ساتھ مصر کا قاضی مقرر کیا۔ نیز ابوحنیفہ مذکور نے ایک بہت بڑی کتاب بنام دعائم الاسلام جو شیعی فقہاء کے درمیان مشہور ہے۔ تصنیف کی اور ملا مجلسی نے اپنی کتاب بحار جلد اول میں لکھا ہے۔ کہ ابوحنیفہ مذکور کٹر شیعہ اثنا عشری ہے لیکن تقیہ کے طور پر ہفت امامی کہلاتا تھا۔ مزید تفصیل و تشریح

کے لئے ابن خلکان تاریخ یافعی و خطط مصر ابن زولاق کی طرف رجوع کیجئے۔

قارئین کرام یہ تین حوالے معتبر کتب لغت و تاریخ کے ہیں بحار اللغت اور لغت نامہ دہ خدا۔ یہ دونوں کتابیں پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہیں۔ ابن خلکان بھی تاریخ کی معتبر کتاب ہے۔ ان چاروں لغت و تاریخ کی معتبر کتابوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ شیعوں میں ابو حنیفہ نامی بہت بڑا محدث مفسر اور مجتہد اعظم ہوا ہے۔ حتیٰ کہ ملا مجلسی نے بحار جلد اول میں یہاں تک لکھ دیا کہ یہ ابو حنیفہ کٹر اثنا عشری تھا۔ نیز لغت نامہ دہ خدا سے یہ بھی معلوم ہوا۔ یہ ابو حنیفہ اتنا بڑا فقیہہ تھا کہ اس کی کتابیں فقہاء شیعہ میں بہت مشہور تھیں اور اس کا درجہ شیعوں میں ایک ڈکیٹر کا سا تھا اور اس ابو حنیفہ شیعہ کے باپ کا نام ابو عبد اللہ منصور تھا۔ پس یہی ابو حنیفہ ہے جو شیعوں کے مجتہد اعظم علامہ زین العابدین مصنف کتاب ذخیرۃ المعاد کا قبلہ و کعبہ ہے اور اسی قبلہ و کعبہ کے قول کو مجتہد زین العابدین نے نقل کر کے یہ فتویٰ دیا ہے۔

از ابو حنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم با لفہ حریر جائز است

ترجمہ:۔ ابو حنیفہ (شیعی) سے نقل ہوا ہے کہ ریشم لپیٹ کر ماں بہن سے جماع کرنا جائز ہے۔

ہم شیعوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان تاریخی دستاویزات کے بعد بھی

آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ شیعوں میں ابوحنیفہ نایبد ہے مگر بایں ہمہ شیعوں کی ڈھٹائی واقعی قابل داد ہے کہ حوالہ صحیح ہے۔ سائل و مجیب بھی شیعہ ہے۔ ذخیرۃ المعاد بھی شیعوں کی مذہبی کتاب ہے۔ اور جس ابوحنیفہ کے قول کو نقل کیا جا رہا ہے۔ وہ ابوحنیفہ بھی شیعوں کا مجتہد اعظم ہے مگر اس کے باوجود تمام شیعہ شور مچاتے ہیں کہ حوالہ غلط ہے۔

سوال:۔ ہمارے ہاں کپڑا لپیٹ کر یا بغیر لپیٹے نامحرم لڑکی کے قریب جانا حرام ہے اور مسئلہ "لف حریر" اہل سنت کی معتبر کتاب جامع الرموز میں موجود ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کپڑا لپیٹ لیجائے جو مانع حرارت ہو تو اس پر کفارہ نہیں جیسا کہ جلالی میں مذکور ہے اور اسی کی کتاب الصوم میں درج ہے کہ اگر کوئی ایسا کپڑا لپیٹ لیا جائے جو مانع حرارت ہو تو اس پر کفارہ نہیں جیسا کہ مُنیہ میں مرقوم ہے نیز بحرالرائق شرح کنز الدقائق کی کتاب النکاح میں تحریر ہے کہ اگر کپڑا لپیٹ کر اس کے ساتھ اختلاط کیا جائے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ خلاصہ میں درج ہے۔ (حاشیہ ذخیرۃ المعاد صد؁ (اخبار رضاکار ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء)۔

جواب:۔ قطع نظر اس کے یہ عبارت ذخیرۃ المعاد کے متن کی نہیں بلکہ حاشیہ کی ہے۔ جو بعد میں بڑھائی گئی ہے۔ اس حاشیے کا خلاصہ یہ ہے کہ جامع الرموز مُنیہ اور کنز الدقائق کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ اگر کپڑا لپیٹ کر جماع کیا جائے تو غسل واجب نہیں ہوتا۔

منصف مزاج شیعہ حضرات کی خدمت میں نہایت اخلاص سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جو عبارتیں کتب اہل سنت کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ ان سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ "لف حریر" کے ساتھ محارم سے جماع جائز ہے"؟

ان عبارتوں میں نہ محارم کا لفظ ہے۔ نہ جواز کا بلکہ ایک فرضی صورت قائم کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی نے کپڑا لپیٹ کر جماع کر لیا۔ اور طرفین نے حرارت محسوس نہ کی اور انزال بھی نہ ہو تو غسل واجب نہ ہوگا یا کفارہ یا حرمت ثابت نہ ہو گی۔ اس میں اس امر کی طرف تو اشارہ بھی موجود نہیں کہ ماں بہن سے ریشم لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے۔ اور نہ یہاں جواز اور محارم کا لفظ ہی ہے۔ پھر حنفی کتب کے حوالے دینے سے فائدہ؟

نوٹ۔ مذکورہ بالا تقریر کا پھر ایک بار خلاصہ پڑھیئے۔

متعہ یا زنا

یہ خالص زنا ہے۔ صرف نام کا فرق ہے۔ اور شیعہ اسے نکاح سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو وجوہ ذیل سے غلط ہے۔

۱۔ متعہ سے اصلی غرض شہوت بجھانا ہے دالرد فتنہ البھیۃ صہ ۲۸۶ لاستبصار صہ ۵۴۲ جامع المسائل صہ ۱۵۵) زنا میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔

حالانکہ نکاح سے اصلی مقصد تناسل و توالد ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ پہ
شیعہ و سنی ہر دونوں متفق ہیں۔

۲۔ متعہ میں ضروری ہے کہ وقت معین ہو۔ (تحفۃ العوام صـ ۲۷۴
مصباح المسائل صـ ۲۶۱ جامع عباسی صـ ۱۳۵ فروع کافی صـ ۴۴ ج ۲
و صـ ۲۵ ج ۲)

(ف) زنا میں بھی یہی ہوتا ہے کہ زانی اپنی محبوبہ سے چند گھڑیاں
ملاقی ہو کر بھاگ جاتا ہے۔ یا کنجری بازی کا دوسرا نام متعہ ہے کہ وہاں
بھی یہی بات ہوتی ہے۔ حالانکہ نکاح میں دائمی اور ابدی رشتہ وابستہ
کیا جاتا ہے جو سنت انبیاء کرام ہے۔ اس پر شیعہ سنی دونوں متفق ہیں

۳۔ متعہ میں اظہار و اشتہار بھی ضروری نہیں (تہذیب الاحکام
باب النکاح)

(ف) زنا بھی چوری چھپی کا سودا تو ہے ہی۔ نکاح کا رشتہ کھلم کھلا عام
برادری احباب، دوست سب اس عقد میں جمع ہوتے ہیں تاکہ خوب
تشہیر ہو بلکہ دف بجانا وغیرہ وغیرہ ہر طرح کی تشہیر ہوتی ہے۔

۴۔ متعہ میں اول دام پھر کام (مصباح المسائل صـ ۲۶۱ تحفۃ العوام
صـ ۲۷۴ تبنیہ المنکرین صـ جامع عباسی صـ ۲۵۷ فروع کافی صـ ۴۴

(ف) یہی زنا یا کنجری بازی میں ہوتا ہے کہ پہلے محبوبہ کنجری کے ہاتھ میں
مقررہ کردہ دام پھر کام ہو نکاح میں مہر معجلاً بھی ہوتا ہے اور موجلاً بھی۔

۵۔ متعہ میں خرچی جتنا چاہو زیادہ ہو یا کم خواہ مٹھی بھر گندم ہو۔

(کافی صد۱۹۲ ج ۲- جامع عباسی ص۲۶۵ - فروع کافی ص۴۳ ج ۲ ص۲۵

۲۸- مٹھی بھر کی تصریح)

(ف) نکاح میں ہمسری مہر کی مقدار کا تعین ضروری ہوتا ہے اور زنا میں کنجر اور کنجری راضی پھر کیا کرے طلاں قاضی۔

۶- جبراً کسی عورت سے زنا کر لیا جائے۔ تو بھی شیعوں کے نزدیک نکاح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک زانی مرد و عورت کو سنگسار کرنا چاہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو نکاح ہے واقعہ یوں ہوا کہ ایک اجنبی مسافر عورت نے کسی سے پانی مانگا یعنی مرد نے کہا زنا پر راضی ہو جا تو پانی پلاؤں گا چنانچہ وہ راضی ہو گئی۔ تفصیلی واقعہ فروع کافی ص ج ۳ کتاب الروضہ ص۱۴۶ میں ہے

(ف) اگرچہ یہ سراسر حضرت علی پر بہتان ہے۔ ورنہ سلیم الطبع انسان سوچے یہی زنا بالجبر نہیں تو اور کیا ہے۔

۷- متعہ لاتعداد عورتوں سے جائز ہے۔ ضیاء العابدین ص۱۱۳ کافی ص۱۹۱ ج ۲ جامع المسائل ص۳۳۱ الروضۃ البہیہ شرح لمعہ دمشقیہ جامع عباسی ص۲۶۵ فروع کافی ص۴۳ ج ۲۔ (الاستبصار ص۱۱)

(ف) زنا میں بھی ہوتا ہے کہ الگ کنت سے جس طرح چاہے۔ جیسے چاہے کیونکہ عربی مقولہ ہے۔ اذا فات الحیاء فافعل ما شئت بے حیا باش وہرچہ خواہی کن اور نکاح میں صرف چار عورتوں تک جائز ہے بلکہ سیدنا شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح کی اجازت نہیں۔ مرد

۸- متعہ میں گواہوں کی ضرورت بھی نہیں (جامع عباسی ص۲۵۷ - فروع کافی ص۴۳
ج ۲ الاستبصار ص۷۳

(ف) یہی زنا ہی تو ہے۔ ورنہ نکاح میں دو گواہوں کا ہونا لازمی اور ضروری
ہے۔ اگر متعہ بھی نکاح ہوتا تو اس میں بھی گواہ ہونے لازمی ہوتے
لیکن چونکہ یہ زنا ہے۔ اس لئے زنا کی طرح چوری چھپے۔

۹- متعہ میں زن و شوہر کے درمیان حق وراثت کا سوال ہی نہیں پیدا
ہوتا (مختصر نافع ص۸۶ - الروضۃ البہیہ ص ضیاء العابدین ص۹۱
جامع عباسی ص۲۵۷ - فروع کافی ص۴۴ ج ۲ و ص۴۵ - و ص۴۷
مصباح اساتن ص۲۴۱

۱۰- متعہ میں طلاق کا تصور ہی نہیں۔ (جامع عباسی ص۲۵۷ - الروضۃ
البہیہ ص مختصر نافع ص۸۶ رسالہ فقہ ملا باقر مجلسی کتاب الفرائض -
تحفۃ العوام ص۳۹۶ فروع کافی ص۴۳ ج ۲-

(ف) یہی زنا ہے کہ جب مرد اور عورت نے اپنا منہ کالا کیا اس کے
بعد متعہ کی طرح فارغ اور نکاح میں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت بھی
ہے کہ مرد اور عورت دائمی زندگی خوشی خوشی گزاریں۔
اگر خدانخواستہ آپس میں نہیں گزار سکتے تو طلاق دی جائے اور اس
کی تصریحات قرآن مجید میں جا بجا ہیں۔

۱۱- متعہ میں عدت کیسی جبکہ طلاق ہی نہیں تو عدت۔ اسی طرح عورت

مرد کے نکاح میں بھی نہیں تو عدت وفات کیسی۔ بہر حال عورت ممتوعہ عورت کی عدت نہیں (کافی صد ۹۳ ج ۱۔ فروع کافی صد ۲۴ ج ۲۔

(ف) یہی بات زنا میں ہے کہ وہاں عدت کیسی اور عدت کا تصور ہی کیوں۔ حالانکہ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر عورت کی عدت کے احکام بیان فرمائے ہیں۔

۱۲۔ متعہ میں عورت کو نان و نفقہ نہیں دیا جاتا۔ (ضیاء العابدین صد ۲۹ جامع عباسی صد ۲۵

(ف) وہی خرچی جو عقد میں مقرر ہوتی وہی کافی ہے۔ یہی زنا میں ہے۔ کہ کنجری کے کوٹھے پر جانے وقت جو کچھ خرچی طے ہوگی۔ وہ دینی پڑے گی۔ اس کے سوا اللہ اللہ خیر سلا۔ حالانکہ نکاح میں نان و نفقہ ضروری اور لازمی ہے۔ جسے قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں۔
۱۳۔ ایلاء جامع صد ۲۵۷ ۱۴۔ اظہار صد ۲۵۷ ۱۵۔ احصان ۱۶۔ لعان جامع صد ۲۵۷ وغیرہ بھی نکاح کے علامات سے ہیں۔ لیکن متعہ میں تو ایک بھی نہیں بلکہ اس میں صاف اور واضح طور زنا کی علامات پائے جاتے ہیں اس کے باوجود بھی کوئی متعہ کو جائز سمجھے تو یقین رکھے کہ جیسے قیامت میں زانی کو سخت سزا ہوگی۔ اسی طرح متعہ کرنے والے کو۔

۱۷۔ متعہ میں اوقات بڑھانا گھٹانا بھی ہوتا ہے۔ فروع کافی صد ۵۸ ج ۲۔) ۱۸۔ متعہ کی عورت زانیہ (کنجری) کی طرح ہر شیعہ کا مشترک کھاتہ ہے (فروع کافی صد ۵۸ ج ۲۔

متعہ کے مسائل

(مسئلہ) شریعت شیعہ میں متعہ ضروری ہے (حق الیقین ص۳۰۶)۔
(مسئلہ) رنڈی سے بھی بکراہت متعہ جائز ہے۔ (ضیاء العابدین ص۱۹۳۔ وتحفۃ العوام ص۔ مصباح المسائل ص۔ ذخیرۃ المعاد ص۔ وغیرہ)

یاد رہے کہ کراہت جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے پیاز و تھوم وغیرہ اگرچہ مکروہ ہیں مگر جائز ہیں۔

(مسئلہ) متعہ میں یہ شرط لگانا بھی جائز ہے کہ دن میں جماع کروں گا یا رات میں۔ ایک دفعہ کروں گا۔ یا دو دفعہ (الروضۃ البہیہ ص۲۸۴۔ جامع عباسی ص۲۵۷)۔

(ف) بجا فرمایا جبکہ وہ کرایہ کی شے ہے تو اسے جس طرح چاہو کرو۔

(مسئلہ) بیوی کی بھانجی اور بھتیجی سے بھی بلا اجازت منکوحہ متعہ جائز ہے۔ تحفۃ العوام ص۳۶۶)۔

(مسئلہ) لواطت بھی جائز ہے (الاستبصار ص۱۳۰ فروع کافی ص۶۴ ج ۲ مختصر نافع ص۸۶ ذخیرۃ المعاد ص۱۹۱ اور پھر اس میں غسل بھی نہیں (فروع کافی) (ف) یہ تو متعہ سے بھی بڑھ گیا۔

(مسئلہ) عورت مملوکہ کی فرج عاریت پہ دینا بھی جائز ہے۔ ضیاء العابدین ص۱۹۲ ص۱۹۳ استبصار ص

(مسئلہ) ماں بہن سے ریشم لپیٹ کر جماع جائز ہے۔ (ذخیرۃ المعاد ص ۹۵)

(مسئلہ) یہودی نصرانی و دیگر اہل کتاب سے متعہ جائز ہے۔ (تحفۃ العوام)

خلاصہ ابنکہ

قلم کو روکتے روکتے بہت دور چلا گیا لیکن مقصد سے باہر کی باتیں نہیں بلکہ متعہ کے موضوع کی بات رہی۔ اگرچہ ناظرین اسے طوالت سے تعبیر کریں گے لیکن سچ پوچھئے تو فقیر نے انحصار سے کام لیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ شیعہ مذہب میں اتنا نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ سے اتنی دلچسپی نہیں لی گئی۔ جتنا متعہ وغیرہ کے مسائل و احکام سے دل بہلایا گیا ہے۔ چنانچہ فقیر کی درج کردہ مسطور بالا روایات سے اندازہ کریں۔ کہ باوجود اختصار کے کتنا مضمون لمبا ہو گیا ہے۔ اب متعہ شریف کے فضائل ملاحظہ ہوں۔

فضائل متعہ اور ثواب

اہل بیت سے روایت ہے۔ جو صرف رضائے خدا اور مخالفت منکرین کے واسطے متعہ کرے تو جو کلمہ کہ اپنی زوجہ متاعی سے کرے اور ہر مرتبہ جب ہاتھ بڑھائے اس کی طرف تو ہر کلمہ اور ہر دست اندازی کے عوض ایک نیکی اس کے واسطے لکھی جاتی ہے۔ اور جب نزدیکی کرتا

ہے۔ تو ایک گناہ اس کا بخش دیا جاتا ہے اور جب غسل کرے تو ہر
روئیں کی گنتی کے برابر گناہ اس کے بخش دیئے جاتے ہیں اور حضرت
جبرئیل نے رسول خدا سے عرض کی کہ جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو
تیری امت سے متعہ کرتا ہے۔ تو میں گناہ اس کے بخش دیتا ہوں۔
(ضیاء العابدین صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ نول کشور)۔
یعنی ہر دست اندازی کے عوض ایک گناہ جھڑ رہا ہے۔ اور پھر
غسل کے بعد تو گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا
چاہیئے۔ لذت اور ثواب بھی اور جنت کی سیٹ بھی۔

متعہ خدا کی رحمت ہے

کسی نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے متعلق متعہ یہ عرض کی کہ
میرے چچا کی لڑکی جس کے پاس مال بہت ہے اور مجھ سے کہتی ہے کہ جانتا
ہے تو کہ بہت آدمی میرے طلب کرتے ہیں اور میں کسی سے راضی
نہ ہوئی اور رغبت مجھے مردوں سے نہیں لیکن جو سنا ہے کہ خدا
اور رسول خدا نے متعہ کو حلال کیا ہے اور عمر نے اسے حرام کیا ہے تو
چاہتی ہوں خدا اور رسول کی اطاعت اور مخالفت عمر کی کروں تو مجھ سے
متعہ کر۔ حضرت نے فرمایا جا متعہ کر کہ خدا دونوں پر صلوٰۃ اور رحمت بھیجتا
ہے۔ ضیاء العابدین صفحہ ۱۹۰ یعنی چچازاد بہن اگر دل آ جائے تو اس سے
بھی متعہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امام باقر فرماتے ہیں دونوں پر خدا صلوٰۃ و رحمت بھیجتا ہے!
(معاذ اللہ)

متعہ نہ کرنے والے کی سزا

(۱) المتعۃ البکر یکرہ للعیب علی اھلھا (کافی ج ۲ صفحہ ۱۹۳) باکرہ کے ساتھ متعہ مکروہ ہے۔ کیونکہ اس کے رشتہ داروں میں اس پر عیب لگتا ہے۔

(۲)۔ لا باس ان تمتع بالبکر ما لم یفض علیہا عادۃ کراھۃ للعیب علی اھلھا (کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶) امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کوئی حرج نہیں کہ کنواری عورت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ جب تک اس سے جماع نہ کیا جائے۔ واسطے اس کے خاندان کی ہتک کے گویا باکرہ کنواری عورت سے بھی متعہ جائز ہے مگر مکروہ ہے وہ بھی صرف اس لئے کہ لڑکی کے خاندان والوں پر دھبہ لگتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس میں دھبہ کی بات تو کچھ بھی نہیں۔ متعہ تو ایک محبوب فعل ہے اور اس کے کرنے والوں کو امام حسین کا درجہ مل جاتا ہے نہ صرف یہ بلکہ جو متعہ نہ کرے وہ قیامت کے دن نکٹا اٹھایا جائے گا۔ چنانچہ۔

(۳) تنبیہ المنکرین کے صفحہ ۲۵۴ پر ہے کہ (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من خرج من الدنیا ولم یتمتع جاء یوم القیامۃ وھو اجدع جس نے دنیا سے بغیر متعہ کئے

کو بچ گیا وہ قیامت کے دن تک کٹا اٹھایا جائے گا۔

اسی روایت سے تو ہر شیعہ پر متعہ ضروری ہو گیا۔ ورنہ کل قیامت میں جہاں اور شیعہ ناک کو سنبھالے ہونگے متعہ نہ کرنے والے غریب شیعہ کی ناک کٹی ہو گی وہ صرف اس لئے کہ دنیا میں متعہ کر کے اس نے بہشت کے اتنا بڑے درجات کیوں نہ حاصل کئے۔

میرے خیال سے کوئی شیعہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہ ہوگا۔ کہ اتنے بڑے ثواب سے کون محروم رہے۔ اس کے علاوہ قیامت میں ناک کٹ جائے تو پھر کیا عزت رہی۔

(۱) متعہ کرتے وقت جو کلمہ اپنی محبوبہ (ممتوعہ) سے کرے اور ہر مرتبہ جب ہاتھ لگائے تو اسے ہر کلمہ اور دست اندازی کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب نزدیکی کرتا ہے اس کا گناہ بخشا جاتا ہے۔ اور جب غسل کرتا ہے تو ہر روئیں کی گنتی کے برابر اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے فرمایا جو تیری امت سے متعہ کرتا ہے تو اس کے گناہ بخش دوں گا۔ (ضیاء العابدین صد ۱۹۵

(۲) جو شخص ایک بار متعہ کرے اسے امام حسین اور جو دو بار کرے اسے امام حسن اور جو تین بار کرے اسے حضرت علی اور جو چار بار کرے اسے حضرت رسول کریم کا درجہ مل جاتا ہے (برہان المتعہ صد ۵۲۔ منہج الصادقین صد ۴۹۲ ج ۲ (ضیاء العابدین صد ۱۹۵۔)

ف: پانچویں بار کرنے سے خدا کا درجہ مل جاتا ہو گا۔ لیکن راوی نے قلم

روک لیا ممکن ہے۔ تقیہ کے طور نہ لکھا ہوتا کہ راوی جہاں متعہ کے درجات لکھ کر ثواب پا گیا۔ ایسے وہاں تقیہ سے بھی اجر عظیم کا مستحق ہو

(۳۳) متعہ میں ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑنے سے تمام گناہ انگلیوں کے پوروں سے نکل جاتے ہیں اور غسل جنابت کے پانی کے ایک ایک قطرہ سے اللہ تعالیٰ فرشتے پیدا کرتا ہے۔ جو اس کے لئے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ اس کا ثواب تاقیامت متعہ کرنے والے کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ (خلاصہ منہج الصادقین صہ ۲۹۱ ج ۲)

متعہ تکرار سے جہنم سے آزاد ہونگی

منہج الصادقین میں ہے کہ:۔ (صہ ۲۰/ج ۵)

من تمتع مرۃ واحدۃ عتق ثلثہ من النار۔ جس نے ایک بار متعہ کیا۔ تیسرا حصہ اس کا آتش جہنم سے آزاد ہوا۔ گویا تین بار متعہ کرنا مکمل جہنم سے آزادی کا کورس ہے۔ یہ نیا کورس صرف شیعہ مذہب سے سُنا ہے۔

(۱) جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک مرتبہ اور وہ اہل بہشت سے ہے۔ (تحفتہ العوام صہ ۲۴۵)

(۲) عذاب نہ کیا جائے گا وہ مرد اور عورت جو متعہ کرے (تحفتہ العوام صہ ۲۶۵)

(۳) جو شخص ایک بار متعہ کرے وہ اللہ تعالیٰ قہار کے غضب سے
بچ گیا اور جو دو بار کرے وہ قیامت کے دن نیکوکار لوگوں کے ساتھ اٹھے
گا اور جو تین بار کرے وہ روضۂ جنت میں چین اڑائے۔ (خلاصۃ
المنہج صفحہ ۲۹۲ ج ۱)

(۴) حضرت سلمان فارسی وغیرہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم حضور علیہ
السلام کی محفل پاک میں حاضر تھے آپ نے سامعین کو ایک بلیغ خطبہ
میں فرمایا کہ اے لوگو اللہ کی طرف سے ابھی جبرئیل علیہ السلام میری
امت کے لیے بہترین تحفہ لائے ہیں۔ جو میرے سے پہلے کسی پیغمبر کو نصیب
نہیں ہوا اور وہ تحفہ مومنہ عورت (شیعہ) سے متعہ کرنا ہے۔ یاد
رکھو۔ یہ متعہ میری سنت ہے۔ میرے زمانہ میں یا میرے وصال کے
بعد جو بھی اس سنت (متعہ) کو قبول کرکے اس پر عمل کرے گا۔ بلکہ اس
پر مداومت کرے گا میرا ہے اور میں اس کا ہوں اور جو اسکی مخالفت کریگا تو وہ
خدا تعالیٰ سے مخالفت کرتا ہے اور جو بھی اس مجلس میں بیٹھنے والوں سے میرے اس حکم کا
انکار کریگا وہ میرے ساتھ بغض کرتا ہے لہٰذا سن لو کہ میں اسکے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ
دوزخی ہے۔ جان لو کہ جو زندگی میں صرف ایک بار متعہ کرے گا تو وہ اہل
بہشت سے ہوگا اور جان لو کہ جو شخص عورت سے متعہ کرنے
کے لئے بیٹھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس
کے لئے ایک فرشتہ (سپیشل) نازل ہوگا۔ جو ان دونوں
کی نگہبانی کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس شغل سے فارغ

ہو جائیں اس متعہ کرتے وقت یہ دونوں جو کلمہ منہ سے نکالیں گے۔ ان کے لئے تسبیح و ذکر کا ثواب بن جائے گا اور جب یہ دونوں ایک دوسرے سے یک جان ہوں گے۔ تو ان سے زندگی کے تمام گناہ معاف اور جب وہ ایک دوسرے کو بوسہ دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے ہر بوسہ کے عوض حج و عمرہ کا ثواب بخشے گا۔ جب متعہ کے کام میں مشغول ہوں گے۔ تو ہر لذت و شہوت کے جھونکے پر ان کے نامہ عمل میں ان گنت نیکیاں لکھی جائیں گی۔ ایک نیکی بڑے بلند پہاڑ کے برابر ہو گی۔ جب شہوت بجا کر فراغت پائیں گے۔ تو غسل کی تیاری کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر فرشتوں سے فرمائے گا۔ کہ دیکھو میرے ان دونوں بندوں کو اب وہ لذت بجا کر اٹھے ہیں اور نہانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ۔ میں نے ان دونوں کو بخش دیا ہے۔ جان لو! کہ ان کے بدن پر غسل کا پانی ان کے جس بال سے گزرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ ہر بال کے بدلے میں ان کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھے گا۔ اور دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اور دس مرتبے بلند فرمائے گا۔ یہ تقریر سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس شخص کا ثواب بھی بیان فرمایئے۔ جو متعہ کے لئے اس میں جدو جہد کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اتنا ثواب ملے گا۔ جیسے ان دونوں متعہ کرنے والوں کو ثواب ملا ہے اس کو دوہرا ثواب نصیب ہوگا۔ پھر حضور نے فرمایا اے

علی متعہ کرنے والے مرد اور عورت جب غسل سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو ان کے غسل کے پانی کے ایک ایک قطرہ سے فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ قیامت تک اس متعہ کرنے والے مرد اور عورت کے لئے تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اے علی! جو شخص متعہ سے محروم رہے گا وہ فقیر ہے اور نہ نیز از خلاصۃ المنہج ص۲۹۳ ج ۱)

غور کیجئے! متعہ شیعہ کو ایک ایسا نحو نصیب ہوا۔ جو نہ سابقہ امتوں میں سے کسی کو نصیب ہوا۔ اور نہ ہی شیعوں کے سوا کسی دوسرے فرقہ کو ملا۔ اور نہ ملنے کا امکان ہے۔ اور ثواب کا حساب ہی کیا کہ لاکھوں سال کی بہت بڑی عبادات متعہ کے صرف ایک بوسہ کی عبادت کا مقابلہ نہ کر سکے۔ متعہ میں متاعی عورت سے حساب چکانے سے لے کر تا فراغت نامعلوم کتنے انوار و تجلیات سے نوازا جاتا ہے بلکہ متعہ سے فراغت پانے کے بعد بیچارے متعہ کرنے والے مرد اور عورت اپنی طاقت کا سرمایہ کھو بیٹھے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ کر فرشتوں کی جماعت کے سامنے ان کے اس جہاد کی تعریف کرتا ہے۔ طرفہ یہ کہ متعہ کرنے سے کروڑوں فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ گویا متعہ نوری جماعت کے ایجاد کی فیکٹری ہے کون کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اتنے فرشتے نہیں بنائے ہوں گے۔ جتنے متعہ کی فیکٹری سے شیعوں کے گھروں میں بنتے ہیں۔

(لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) متعہ کے برکات بیان کرنے کے لئے نہ زبان کو طاقت ہے اور نہ ہی قلم کو ہمت

متعہ سے محروم ہونے کی سزا

یہ نہ سمجھنا کہ شیعوں کے نزدیک متعہ کوئی ایسا ویسا عمل ہے بلکہ اتنا ضروری ہے۔ کہ نہ کرنے والے کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ چنانچہ چند احادیث شیعہ مذکور ہو چکی ہیں، چند اور سن لیجئے۔

(۱) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ وہ ہماری جماعت سے خارج ہے جو متعہ کو حلال نہیں سمجھتا۔ (خلاصتہ المنہج صـ۲۵۱)۔

(۲) ایک شخص نے حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ میں نے قسم کھائی کہ متعہ نہیں کروں گا۔ اب پریشان ہوں کہ کیا کروں آپ ناراض ہو کر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کی قسم کھائی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرتا ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہوتا ہے۔ مصنف خلاصتہ المنہج صـ۲۹۱ اس روایت کو نقل کر کے لکھتا ہے۔ کہ۔

بنابریں روایت ہر کہ متعہ نہ کند دشمن خدا تعالیٰ باشد۔

یعنی اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ جو متعہ نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

اس کے بعد اہل سنت یعنی منکرین متعہ کو زجر و توبیخ کرتے ہوتے لکھتا ہے۔

پس آیا حال منکرانِ او چہ باشد۔ یعنی جب متعہ کا قائل ہو کر بھی متعہ

نہیں کرتا۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ تو پھر اس غریب مسلمان پر کتنا غضب خداوند ہو گا۔ جو متعہ کا منکر ہے۔

(۲۳) حضور علیہ السلام سے یہ صحیح روایت منقول ہے۔ اپنے صحابہ سے فرمایا کہ ابھی میرے ہاں جبریل علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ آپ کو سلام کے بعد فرماتا ہے۔ کہ آپ اپنی امت سے فرما دیجیئے کہ وہ متعہ کریں۔ اس لئے کہ متعہ نیک لوگوں کی سنت ہے۔ ورنہ سن لیجئے آپ کا جو امتی قیامت کے دن میرے ہاں حاضر ہو گا اور اس نے متعہ نہ کیا ہو گا۔ تو اس کی تمام نیکیاں چھین لی جائیں گی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن لیجئے مومن شیعہ صرف ایک درہم (چار آنہ) متعہ میں خرچ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں دوسری نیکیوں میں ہزار درہم کے خرچ سے بھی خرچ بہتر و اعلیٰ ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن لیجئے کہ بہشت میں چند مخصوص حوریں بیٹھی ہیں۔ جو صرف متعہ کرنے والوں کو نصیب ہوں گی۔ ان میں باقی کسی کو دیکھنے تک بھی نہ دیا جائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی متعہ کی بات چیت کسی عورت سے طے کرتا ہے۔ اس کی شان اتنا بلند ہو جاتی ہے کہ وہیں پر ہی اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے اور ساتھ ہی وہ ممتاعی عورت بھی بخشی جاتی ہے بلکہ ہاتف غیبی اسے ندا دیتا ہوا بار بار بیشش کرتا ہے۔ کہ اسے مرد غلط رنشا دباشش تیرے تمام گناہ بخشے گئے اور نیکیاں اتنا دی گئیں۔ کہ تو گننے سے عاجز آ جائے گا۔ اور وہ عورت

جو جناب متعہ کر کے معاف کر دیتی ہے تو اس کی کمائی ٹھکانے لگ گئی۔
اس لئے کہ اس کی ہر چوٹی پر قیامت میں اسے چالیس ہزار نور کے شہر
ملیں گے۔ (گویا بہشت میں وہ کراؤ بیٹھ کا عہدہ سنبھالے گی) اور ہر
چوٹی کے بدلے دنیا و آخرت میں ستر ہزار مرادیں پوری کی جائیں گی۔ پھر تو
متعہ کے سودے بازی سے شیعہ عورتیں قابل رشک ہیں۔ کہ حج پڑھنے
پر بھی اتنا مرادیں نہ پاتی۔ جو متعہ کی خرچی معاف کرنے پر پاتی) اور ہر
چوٹی کے عوض اس کی قبر پر نور ہوگا۔ (یعنی مرنے کے بعد قبر نور علیٰ نور ہو جائے
گی۔ متعہ پاک کے صدقے شیعہ عورت کا بیڑہ پار ہی پار) اور ہر چوٹی پر
قیامت میں اس عورت کو ستر ہزار بہشتی اور نورانی پوشاک پہنائی جائیگی۔
(باقی اور کیا چاہیئے شیعہ عورت بڑی خوش قسمت ہے کہ چار آنے پر
اس کے لئے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ اسی عورت
کے لئے دعائے مغفرت کریں (کذا فی خلاصۃ المنہج صـ ۲۹۳۔

(ف) میرے خیال میں یہ فرشتے وہ ہوں گے جو متعہ سے پیدا ہونے
والے ہوتے۔ اس لئے کہ پاک بی بی کی مغفرت کے لئے بھی ایسے ہی پاک
فرشتے چاہئیں۔ بہر حال متعہ شیعہ کے لئے ایک مقدس اور بلند مرتبہ عمل
ہے اور سچ پوچھو تو اسی پاک عمل کی برکت ہے کہ جس سے شیعہ مذہب ترقی
کرتا ہے اور اس میں داخل وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جن پر شہوت کا بھوت
سوار ہو۔ آئندہ ماہ نو عاشوراء کے دلوں میں خوش منظر ملاحظہ فرمائیں۔
حرف آخر۔ مذکورہ بالا بیانات ہر ذی فہم کی نفرت و طبعی کراہت

کے لئے کافی ہے لیکن تسلی کے لئے متعہ کی حرمت کے دلائل قرآن و حدیث کی روشنی میں بھی ضروری ہیں۔ اس لئے ہم چند دلائل قرآن و حدیث سے پیش کرتے ہیں۔ بیدہ التوفیق للھدیۃ والصواب۔

باب اوّل

حرمت متعہ کے دلائل از کتاب اللہ

قرآن کریم نے اپنی تفہیم کے جو اصول مقرر کئے ہیں ان کو ظاہر کر دیا جائے تاکہ انہیں اصول کی رو سے آیات قرآنی کے معانی کئے جائیں۔

قاعدہ علم:- انا انزلناہ بلسان عربی مبین۔ (ترجمہ) ہم نے قرآن کریم کو معروف عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ یعنی قرآن شریف کے الفاظ بلحاظ لغت انہیں معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں جن معنوں میں کہ یہ الفاظ بوقت نزول قرآن استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ الفاظ قرآن و عربی زبان میں حقیقت و مجاز استعارہ و کنایہ۔ تشبیہ و تمثیل وغیرہم کے اظہار میں یکساں طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ورنہ لعلکم تعقلون بے معنی فقرہ ہے۔

قاعدہ علم ۲:- ولو کان من عند غیر اللہ۔ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا (ترجمہ) اور اگر یہ قرآن

سوائے اللہ کے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بے شمار اختلاف ہوتے یعنی اللہ پاک کے کلام میں تنقیض فی الاحکام نہیں ہو سکتا اور اگر کہیں غلط تاویل بھی کی جائے تو خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہوں پر اس کی مصلح آیات رکھ دی ہوئی ہیں۔ جن کی مدد سے غلطی کا ازالہ اور رفع تنقیض کیا جاتا ہے اور یہی معنیٰ "انا لہ لحافظون" کے ہیں۔ اگر حق تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کے واسطے مصلح فوج تو رکھی نہیں ہوتی اگر حفاظ کے ذریعہ سے الفاظ کی حفاظت چلی آتی ہے۔ تو معانی کی حفاظت کے لئے خود قرآن میں معالجہ موجود نہ ہو تو یہ لفظی حفاظت دراصل کچھ حفاظت نہیں اور اللہ کے محافظ ہونے پر اسی طرز حرف آئے گا جس طرح تحریف بالالفاظ سے آسکتا ہے کیونکہ معانی دونوں طرح سے زائل ہو جاتے ہیں۔ خواہ تحریف باللفظ ہو یا تحریف بالمعنی اللہ جہاں کہیں کسی آیت کے معانی میں اختلاف وارد ہو تو لغات عربی اور دیگر آیات کی مدد سے اسی اختلاف کی اصلاح کرنی چاہیئے۔

قرآنی دلائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کا حکم سورۂ نساء کے شروع میں یوں الفاظ صادر فرمایا ہے۔ "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذالک ادنیٰ الا تعولوا وآتوا النساء

صدقٰتهن نحلة (ترجمہ) پس نکاح کرو جو عورتوں میں سے تمہیں پسند آئیں۔ دو دو۔ تین تین۔ چار چار پھر اگر تم کو اندیشہ ہو کہ ایک سے زیادہ بیبیاں نکاح کرنے کی صورت میں تم انصاف نہیں کر سکو گے تو بس ایک ہی عورت سے نکاح کرنا یا جو لونڈی تمہارے قبضہ میں ہو اس پر قناعت کرنا ناانصافی سے بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ ترقرین مصلحت ہے۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے ڈالو۔ یہ آیت پڑھ کر ذیل کے سوالات قدرتاً دل میں پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کیا دنیا بھر میں جو آزاد عورتیں ہیں خواہ وہ ہماری رشتہ دار ہیں یا غیر رشتہ دار ان سب میں سے بلا امتیاز ہمیں نکاح کے لئے انتخاب کا حق حاصل ہے یا ان میں سے بعض ہمارے حدود انتخاب سے خارج بھی ہیں۔

(۲) مہر دینا کب لازم آتا ہے اور کس قدر؟

(۱) نمبر ا کی نسبت حق تعالیٰ از قبیل تخصیص بعد تعمیم صریح آیات کے ذریعہ ان عورتوں کا ذکر تفصیلاً کر دیتا ہے جن سے ہم نکاح نہیں کر سکتے
قوله تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ ... وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ (ترجمہ) حرام کر دی ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مائیں تمہاری بیٹیاں ...... وغیرہم اور ان حرام شدہ عورتوں کے علاوہ عورتیں تم پر واسطے نکاح کے حلال ہیں۔ بشرطیکہ ان کو مال خرچ کر کے حاصل کرو اور احصان کرنے والے ہو نہ کہ سفاح کرنے والے

مزید فوائد فقیر کی کتاب احسن البیان فی اصول تفسیر القرآن میں دیکھئے۔

یعنی قید نکاح میں لانے کے لئے تم پر حلال ہیں۔ نہ کہ اس لئے کہ تم محض ان سے شہوت رانی کرو۔ پس سوال اول کا جواب یہ ہے کہ ان حرام شدہ عورتوں کے علاوہ زمانہ بھر کی آزاد عورتیں ہم پر حلال ہیں اور ہم ان سے شرعی طور پر نکاح کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۲ کا جواب بھی از قبیل تخصیص بعد تعمیم ہے۔ سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء میں علی الترتیب یوں ہے۔

فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة۔ یعنی جب تم اپنی منکوحات سے فائدہ اٹھالو یعنی مقاربت حاصل کر لو تو ان کے مقرر کردہ مہر پورے ادا کرو نیز فرمایا۔

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم۔ یعنی اگر منکوحہ عورتوں کو ان سے مقاربت کئے بغیر طلاق دے دو تو ان کا مہر جو مقرر ہو چکا ہے۔ اس سے نصف کو ادا کر دو۔ لیکن اگر صورت ایسی ہے کہ کوئی مہر مابین فریقین مقرر نہیں ہوا تھا تو بحکم علی الموسع قدرہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق کچھ دے دے۔

مذکورہ بالا دو سوالوں اور ان کے جوابوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خلاصہ کلام یہ ہوا کہ لونڈیوں کے علاوہ دنیا بھر کی آزاد عورتیں۔ (ماسوائے محرمات) ہم پر نکاح کے لئے حلال ہیں۔ اور ان حلال شدہ عورتوں کے ساتھ سوائے نکاح کے ہمیں مقاربت کا کوئی حق نہیں۔

پھر نکاح کے پیچھے اگر تم انہیں طلاق دیں تو اگر ہم نے ان سے جماع کیا ہے تو پورا مقرر کردہ مہر ورنہ نصف مہر دینا واجب آتا ہے

۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قد افلح المؤمنون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم غیر ملومین
فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک ھم العادون۔
(ترجمہ) تحقیق مراد والے اپنی مراد کو پہنچ گئے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی عورتوں اور اپنی لونڈیوں سے کہ ان میں ان کو کچھ الزام نہیں ہے لیکن ان کے علاوہ جو کسی اور کے طلبگار ہوں تو وہی لوگ حدود شرع سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سوائے منکوحات و مملوکات کے اور کسی عورت کے سامنے ہمیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت سے دست بردار ہونا لازم نہیں ہے جو اس کے خلاف عمل کرے وہ خدا کا باغی ہے اس آیت کریمہ میں "فمن ابتغی وراء ذالک" بالخصوص غور طلب ہے۔ یہی ایک فقرہ حرمت متعہ کے لئے ناقابل تردید سند ہے۔ اس فقرہ میں "فا" حرف تعقیب بطور تفریع کے استعمال ہوا ہے۔ اور چونکہ یہ لفظ من" اسم موصول پہ لگا ہوا ہے۔

اس لئے جملہ مابعد کی جو فرع ہے اپنے جملہ ماقبل سے جو اس کا اصل ہے۔ مربوط کرتا ہے۔ "ذالِكَ" اسم اشارہ مفرد ہے۔ جس کا مشار الیہ بلحاظ معانی کے وہ کام ہے۔ جس کا ذکر قبل آچکا ہے۔ یعنی حفاظت فرج از زنان بغیر از ازواج و مملوکات پس اس فقرہ کے معنی یہ ہوئے کہ جو شخص اپنی منکوحات و مملوکات کے علاوہ کسی اور عورت سے مقاربت کرتا ہے۔ وہ یقیناً شرعی حدود کو توڑنے والا ہے۔ جس کی سزا مطابق حکم باری تعالیٰ۔

وَمَن یَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ اور ظالموں کی سزا سوائے جہنم کے اور کیا ہوسکتی ہے۔

سوال:۔ زن متوعہ بھی ازواج میں شامل ہے کیونکہ زوجہ دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک دائمی جس میں میراث نفقہ و طلاق ہے۔ اور ایک منقطع کہ جس میں یہ اوصاف نہیں ہوتے۔ لیکن کہتے دونوں کو زوجہ ہی ہیں۔ جیسے صلوٰۃ کئی طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جس میں اذان اقامت اور جماعت ہے اور ایک وہ جس میں یہ اوصاف نہیں ہوتے۔ لیکن کہتے دونوں کو صلوٰۃ ہی ہیں (برہان المتعہ وغیرہ)

جواب:۔ جہاں کہیں اللہ پاک نے لفظ "زوجہ" یا "ازواج" قرآن پاک میں استعمال کیا ہے اس کے معانی منکوحہ یا منکوحات کے سوائے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔

(ترجمہ) اے آدمؑ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ حضرت حوّا جناب ابو البشرؑ کی زن منکوحہ تھیں نہ کہ ممتوعہ کیونکہ آپ دائمی زوجہ تھیں۔ نہ کہ وقتی بیوی کردہ ہر مقام و ہر زمانے کے مطابق تبدیل ہوتی رہی ہوں۔

(۲) یاایھا النبی قل لازواجک پ ۲۲ ع (ترجمہ) اے نبی اپنی عورتوں سے کہہ دو الخ یہ امر متفق علیہ ہے کہ رسول کریمؐ کی پاک صحبت میں کوئی زن ممتوعہ نہ تھی۔ جملہ ازواج مطہرات بذریعہ نکاح ان کی زوجیت میں آئی تھیں۔ شیعہ صاحبان آنجناب کی کسی ایسی زوجہ کا نام پیش کریں جو صیغۂ متعہ کے ذریعہ سے زوجہ منقطع بنی ہو۔

(۳) زوجنکھا پ ۲۲ ع (ترجمہ) اے نبی ہم نے اس عورت کو تیری زوجہ بنا دیا ہے۔ کیا حضرت زید کی مطلقہ ام المومنین حضرت زینبؓ اپنی زن ممتوعہ تھیں یا بذریعہ نکاح سلسلۂ زوجیت میں آئی تھیں۔

(۴) "ان تبدل بھن من ازواج" پ ۲۲ ع (ترجمہ) کہ اپنی ازواج میں سے تبدیل کرو۔ اس جگہ بھی رسول کریمؐ کی منکوحات کا ہی ذکر ہے۔ نہ کہ ممتوعات کا جو کبھی آپ نے اپنے نفس پر حلال نہیں کیں۔

(۵) واصلحنا لہ زوجہ پ ۱۷ ع (ترجمہ) حضرت ذکریاؑ کے لئے ہم نے اس کی بیوی کو درست کر دیا کیا حضرت ذکریا بھی آج کل کے بوالہوسوں کی طرح سفری بیویاں رکھا کرتے تھے جن میں سے ایک کی شفایابی کی خوشخبری جناب باری تعالیٰ کے ہاں سے نازل ہوئی ہے۔

ان سب مثالوں سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ زوجہ جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ اس کا اطلاق صرف منکوحہ پر ہی ہو سکتا ہے اور بس بیچاری ممنوعہ کسی طرح بھی ازواج کے زمرہ میں داخل نہیں ہو سکتی خواہ روافض کے دماغی دماغ لاکھ طرح کی تاویلیں اختراع کریں۔

جواب (۲) قرآن حمید نے چند لوازمات زوجیت مقرر فرماتے۔

۱۔ میراث ۲۔ طلاق ۳۔ عدت اور نفقہ ۴۔ گواہ۔ ۵۔ اعلان واشتہار وغیرہ۔

۱۔ میراث :۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ولکم نصف ما ترک ازواجکم۔ یہ تو ہے سند نسبت توارث فیما بین فریقین نکاح اور سند نسبت توارث فی الاولاد یہ ہے۔ للذکر مثل حظ الانثیین"۔ ترجمہ) لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ اس کے برعکس علمائے متعہ کا فتویٰ نسبت توریث اس طرح پر ہے۔

"لیس بینھما میراث اشترط اولم یشترط" فروع کافی ج تحاب اول ص۱۹۳ اور مختصر نافع ص۹۶ میں ہے

ولا یثبت بالمتعہ میراث اور الروضۃ البھیہ میں ہے کہ ولا توارث بینھما اور ضیاء العابدین ص۲۹۱ اور جامع عباسی میں ہے۔ ولیس بینھما میراث اور مصباح المسائل ص۲۸۱ میں بھی یہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ فریقین متعہ کے درمیان میراث نہیں ہے۔ خواہ اس کے متعلق شرط ہو یا نہ ہو

(۲) **طلاق**:۔ اگر زن و شوہر میں باہم نا اتفاقی رہتی ہو یا کسی اور وجہ سے شوہر اپنی منکوحہ سے علیحدہ ہونا چاہے کہ اسے حکم ہے کہ بذریعہ طلاق اسے علیحدہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سرحوھن بمعروف لیکن زن ممتوعہ کی علیحدگی کے لئے طلاق کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ انقطاع میعاد متعہ ہی بمنزلہ طلاق کے سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ جامع عباسی صفحہ ۱۳۵ ......

چنانچہ جامع عباسی صد ۱۳۱ اور روضۃ البہیہ میں ہے۔ ولا یقع بہا طلاق بل تبین بانقضاء المدۃ اور مختصر نافع صد ۱۸۴ میں ہے کہ ولا یقع بالمتعہ طلاق الخ اور باقر مجلسی فقہ کی کتاب العراق میں لکھتے ہیں۔ پنجم اگر نکاح دائمی باشد۔ پس واقع نشود طلاق در متعہ اور اسی طرح تحفۃ العوام صد ۲۱۹ میں ہے۔

۳۔ **عدت**:۔ عدت کا حکم آیہ کریمہ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ" سے صاف ظاہر ہے اور مدت عدت طلاق کی صورت میں حائضہ کے لیے تین حیض والمطلقت یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء" صد ۲۹۲ اور غیر حائضہ کی صورت میں تین حیض ماہ مقرر ہے"۔ ویذرون ازواجا یتربصن بانفسہن" الخ (سورہ بقرہ) بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہو۔ جس صورت میں وضع حمل مدت عدت ہے۔ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ ..... حملھن۔ اب فرقہ شیعہ کی درافشانی ملاحظہ ہو۔ کافی الکلینی صد $\frac{۱۹۴}{ج۲}$ میں منتہۃ دار العیون فیتا اور تحفۃ العوام صد ۲۹۲ اور جامع عباسی صد ۱۳۵ میں۔

ہے۔ ودتم زنا نیکہ ایشا نرا بعقد متعہ دخول کردہ باشد چہ عدت ایشاں دو مرتبہ از حیض پاک شدن است۔ اگر متعہ حکم شرعی ہے اور اور زن متعہ واقعی زوجہ شرعی ہے تو باوجود نص قطعی ثلثۃ قروء اور ثلثۃ الشھر" کے علمائے شیعہ کی اس نہافت ونخالف کی مجز ان کی دین فروشی کے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ثلثۃ کے لفظ سے بوجہ اس کے کہ یہ خلفائے ثلثہ کی یاد دلانے والی ہے۔ ان کو طبعاً وایماناً نفرت ہے۔ گویا جیسے زنا میں ہوتا ہے کہ کام نکلنے کے بعد یہ جا وہ جا یہاں بھی ایسے ہے کہ متعہ میں عدت کا سوال ہی کیا۔ چنانچہ کافی ص۱۹۳ میں ہے کہ حضرت امام صاحب سے ممتوعہ کا سوال ہوا کہ کیا اس پر کوئی عدت بھی ہے تو آپ نے فرمایا۔ کہ لا عدۃ لھا علیک۔

۴۔ نفقہ: نکاح کے بعد شوہر اپنی زوجہ کو خرچ دینے کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"وبما انفقوا من اموالھم" اور انہیں اپنے مال سے خرچ کردو لیکن شیعہ مذہب میں ممتوعہ عورت کا کوئی خرچ نہیں۔ بس وہی جو خرچی دی گئی وہی کافی ہے۔ جیسے کنجری کے کوٹھے پر جانے سے اسے مقرر کردہ رقم کے بعد خرچ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ایسی طرح ممتوعہ کے متعلق شیعہ مذہب کا قانون ہے۔ چنانچہ ضیاء العابدین ص۲۹۱ میں ہے کہ متعہ میں نکاح کے طور پر نان نفقہ

لازم نہیں اگر شرط کرے تو متعہ کی مدت تک نان نفقہ بھی واجب ہے۔ اور وجوب بھی اسی کنجری سے زنا کی شرط کی طرح ہے کہ وہ اپنے یار دوست سے کہے کہ جب آؤ آم کا ٹوکرہ لیتے آنا یا کھجور۔ انار۔ انگور وغیرہ وغیرہ ورنہ میرے ہاں آنے کا خیال نہ کرنا۔ اب مجبوراً جانے والے کو لے جانا پڑتا ہے۔ اسی طرح متعہ کنندہ شیعہ شوہر اپنی ممتوعہ زوجہ کا حال سمجھے۔

۵۔ **گواہ** :۔ شرعی نکاح میں دو گواہ بھی ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واشھدوا ذوی عدل منکم اور دو نیک عادل گواہ ضروری ہیں۔ لیکن شیعہ کے متعہ میں یہ بھی نہیں چنانچہ حوالہ جات گزرے ہیں بلکہ ملا باقر مجلسی نے رسالہ فقہ میں اتنا تک لکھ دیا۔ کہ متعہ میں وکیل اور نکاح خواں کی بھی ضرورت نہیں۔ ضرورت بھی کیوں جبکہ ان کا یہ معاملہ سمجھوتہ کے طور اندرون خانہ طے ہو چکا ہے۔ بتائیے زنا میں بھی سمجھوتہ تو نہیں ہوتا۔

۶۔ **اعلان** :۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اعلنوا النکاح بالدفوف" نکاح میں دف بجا کر خوب شہرت کرو۔ لیکن متعہ جتنا خفیہ ہو گا۔ اتنا مفید تر ہو گا۔ چنانچہ تہذیب الاحکام باب النکاح میں ہے کہ لیس فی المتعۃ الشتھار و اعلان" متعہ میں اشتہار واعلان کی ضرورت نہیں۔

۷۔ **ایلاء** :۔ یعنی عورت کے پاس نہ جانے کی قسم کھالینا۔ اگر اس

مدت کے اندر عورت سے جماع کرے تو کفارہ یمین ادا کرے۔ ورنہ عورت پر طلاق بائنہ ہو جائے گی اور یہ صورت متعہ میں پیدا ہو سکتی ہی نہیں بلکہ متعہ تو ٹھیکہ پر چند لمحات کے مزے لوٹنے کی غرض پر ہوا ہے۔ اس میں بھی قسم کھائے کہ میں عورت کے پاس نہیں جاؤں گا۔ یہ کوئی بیوقوف اور پاگل کر سکتا ہے۔ ورنہ سمجھدار شیعہ تو ایسا نہیں کرے گا۔

۸۔ ظہار:۔ یعنی اپنی عورت کو ماں بہن کی مانند کہنا یہ بھی نکاح میں ہو سکتا ہے۔ متعہ میں پڑتا ہی نہیں کیونکہ جتنا اس ظہار کے کفارہ کا بوجھ ہے۔ وہ شیعہ کے اٹھانے کا نہیں مثلاً بندہ آزاد کرنا یا دو ماہ مسلسل روزہ رکھنا یا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا۔

۹۔ احصان:۔ اس کا شادی شدہ ہو کر عورت سے جماع یا خلوت صحیحہ ہو ایسے آدمی سے کہیں زنا ثابت ہو تو اسے سنگسار کرنا ہوتا ہے۔ ورنہ سو کوڑے۔ خدا نہ کرے۔ ایسی صورت متعہ میں پیدا ہو جائے تو شیعہ متعہ کا اظہار تک نہ کرے گا کہ کہیں سنگسار نہ ہو جاؤں۔ فلہذا احصان بھی متعہ میں نہیں ہوتا۔

۱۰۔ لعان:۔ یہ بھی نکاح میں ہوتا ہے۔ متعہ میں نہیں مثلاً کسی کو اپنی عورت کے متعلق شبہ یا یقین ہے کہ اس نے کسی سے زنا کرایا ہے اور گواہ بھی نہیں تو لعان کرنا ہوتا ہے اور متعہ تو خود بھی زنا ہے اس پر لعان کا ہونا کہاں۔

نتیجہ نکلا

کہ از روئے اسلام زوجہ ہے وہی جس کے لئے مذکورہ بالا احکام مرتب ہو سکیں۔ جب مذکورہ بالا احکام کا ترتب صرف نکاح میں ہوتا۔ ہے۔ اور متعہ میں نہیں فلہذا قاعدہ مشہور" اذا مثبت الشیئ ثبت بلوازمہ" جب کوئی شے ثابت ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے لوازم سے ثابت ہوتی ہے۔ اپنے لوازم مذکورہ سے نکاح تو ثابت ہو گیا۔ لیکن متعہ میں نہ لوازم ہیں۔ نہ اسے نکاح حلال کہا جا سکتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ متعہ نکاح بلکہ زنا محض ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہو گیا کہ متعہ نکاح نہیں بلکہ زنا محض ہے۔ نکاح کی شرائط یا علامات میں سے کوئی شرط یا کوئی علامت بھی متعہ میں نہیں۔ جب نکاح نہیں تو لازماً ثابت ہوا۔ کہ وہ زنا ہے۔ یہی ہم کہتے ہیں اب شیعوں کے وہ اعتراضات اور ان کے جوابات جس سے وہ متعہ کے جواز پر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔

سوال۔ میراث :۔ نفقہ و طلاق زوجہ کو زوجہ ہونے کی حیثیت سے حاصل نہیں ہیں بلکہ باعتبار رضامندی و تابعداری شوہر کے اور نہ مخالف ہونے اس کے دین کے ہیں۔ اس لئے کہ اگر عورت کافرہ ہو جائے تو میراث شوہر کی نہیں پاتی اور اگر شوہر کو ناراض رکھے تو اس کا نفقہ بھی شوہر سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر مرتدہ ہو جائے تو بے طلاق کے بائن ہو جاتی ہے۔

جواب:۔ میراث۔ وغیرہ زوجہ کے شرعی حقوق ہیں۔ جو بوجہ قید
نکاح میں آنے سے اس کو حاصل ہوتے ہیں اور سوائے ان استثنائی
موانعات کے وہ ان حقوق سے کبھی محروم نہیں ہو سکتی۔ استثنا کو قاعدہ
کلیہ کا ناسخ قرار دینا کچھ شیعہ دماغ ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ اس مضمون
کو دوسرے طریقہ پر اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ اگر منکوحہ کافرہ بھی نہ ہو
جائے۔ اور شوہر کی نافرمانی بھی نہ کرے تو وہ یقیناً مؤخر الذکر حالت میں
بصورت انکار منجانب شوہر اور مقدم الذکر حالت میں بعد وفات
شوہر بذریعہ عدالت نان و نفقہ بھی لے سکتی ہے۔ اور میراث بھی حاصل کر
سکتی ہے لیکن اس کے برعکس اگر ممتوعہ مومنہ بھی رہے اور تابعداری بھی
کرے تب بھی اسے میراث و نفقہ کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ کیا ایک یومیہ اجرت
پر کام کرنے والا مزدور اور سرکار کا قابل پنشن آسامی کا مستقل ملازم
دونوں مساوی الحیثیت ہو سکتے ہیں۔ مزدور کیسا ہی اچھا کام کرنے والا
ہو۔ وہ پنشن کا مستحق نہیں ہو سکتا خواہ وہ تمام عمر یومیہ اجرت
کے کام پر ایک ہی شخص کی خدمت میں بسر کر دے لیکن اس
کے برعکس سرکاری ملازم یقیناً پنشن کا حق دار ہے۔ بشرطیکہ اس
سے غیر معمولی طور پر کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے
وہ ملازمت سے برطرف ہو کر اپنے حقوق پنشن ضائع کر دے۔ اسی
طرح پسر شرعی اگر اپنے باپ کو قتل کر دے یا کافر ہو جائے تو وہ
محروم الارث ہو جاتا ہے تو کیا اس کے یہ معنے ہو جاتے ہیں۔

کہ نسب سبب توارث نہیں بلکہ بیٹے کی نافرمانبرداری اور دیانت داری سبب توارث ہے۔ فرقان حمید تو ایسی لغو توجیہ کے لئے فرماتا ہے۔

"یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین"

کہ اللہ تمہیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا ارباب بصیرت کے لیے رہے کہ حکم خدا کو قطعی سمجھیں۔ یا شیعی توجیہ کو۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب ممتوعہ کو بالاتفاق۔ یہ حقوق حاصل نہیں تو بوجہ انتفائے احکام و لوازم زوجیت وہ زوجہ شرعی باقی نہیں رہی اور جب زوجہ شرعی نہیں رہی۔ تو متعہ باطل ہو گیا۔

سوال:۔ اہل سنت کی کتابوں میں زن ممتوعہ کو زوجہ اور منکوحہ بیان کیا ہے۔ بخاری میں لکھا ہے۔ "نتزوج المرأۃ بالثوب الی اجل"۔ یعنی زوجہ بناتے تھے ہم عورت کو ساتھ کپڑے کے مدت معین تک۔ اور تاریخ طبری (یہ دراصل شیعوں کی کتب ہے) میں لکھا ہے۔ تزوج زبیر اسماء بنکاح المتعۃ (ترجمہ) زوجہ کیا زبیر نے اسماء کو نکاح متعہ کے ساتھ پس پہلی حدیث سے زن ممتوعہ کا زوجہ ہونا ثابت ہوا۔ اور دوسری حدیث میں منکوحہ ہونا ثابت ہوا۔ (تنبیہ المنکرین)

جواب:۔ معترض یقیناً عقل کا دشمن ہے۔ ورنہ بیوقوف بھی سمجھ سکتا ہے۔ یہ الفاظ بمعنی مجازاً استعمال ہوئے ہیں نہ بمعنی

حقیقت اگر ان کا استعمال بمعنی حقیقت تصور کیا جائے۔ تو کافی ج ۲ کتاب اول ص ۲۳۴ پر جو یہ احادیث بزبانی ائمہ کرام درج ہیں "ناکح الید ملعون" و "ملعون من نکح بھیمۃ" کیا ان کی رو سے مشت زنی اور حیوان بازی میں بھی نکاح بمعنی حقیقت ہیں۔ کیا معترض صاحب از راہ کرم بتلا سکتے ہیں کہ مشت زنی میں کون صدر المفسرین اور حیوان بازی میں کون زبدۃ الواعظین صیغہ نکاح پڑھاتے ہیں۔

(۳)

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم (ترجمہ) اگر تمہیں خوف ہو کہ (ایک سے زیادہ عورتوں میں) انصاف نہ کر سکو گے۔ تو ایک ہی عورت پر قناعت کرو۔ یا لونڈیاں (کافی ہیں) اس جگہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے بخوف انتفاء عدل ایک منکوحہ عورت کرنے یا صرف لونڈیاں رکھنے کا حکم دے کر خاموشی اختیار کی ہے اور کسی تیسری قسم کی مقاربت کا ذکر نہیں کیا۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے سوائے اور کسی قسم کی مجامعت شرع میں جائز نہیں ہے۔ حالانکہ یہ مقام اس امر کا مقتضی تھا۔ کہ وہ تمام صورتیں یہیں ذکر کی جاتیں کہ جن میں ناانصافی محال الموقوع ہے۔ متعہ عورات کا ذکر اس جگہ اشد ترین ضروری

تھا۔ کیونکہ یہی ایک صورت ایسی ہے کہ جس میں ناانصافی ناممکن الوقوع
ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ممتوعہ عورت کا بعد وصولی معاوضہ
جو اسے ہر حالت میں پیشگی دیا جانا شرائط متعہ سے ہے۔ اور کسی قسم
کا حق مرد پر باقی نہیں رہتا۔ اور جہاں کوئی حق نہ ہو وہاں حق تلفی بے
معنی چیز ہے حالانکہ اس کے برعکس ایک ہی منکوحہ عورت یا لونڈیوں
کی صورت میں بھی ان کے کچھ نہ کچھ حقوق بذمہ شوہر واجب ہوتے ہیں۔
جن کے ترک کرنے سے شوہر پر ظلم کا اطلاق ہو سکتا ہے پھر اس
آیت کا آخری حصہ "ذالک ادنیٰ الا تعولوا بالخصوص" قابل توجہ
ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ یہ (صورت) قریب ترین ہے کہ تم ناانصافی سے
بچو۔ یعنی اس کے سوائے کوئی اور بہترین تدبیر ناانصافی سے بچنے کے
لیے نہیں ہے۔ ذالک کا مشار الیہ ذکر ما قبل ہے۔ جس میں دو
صورتیں مذکور ہیں۔ یعنی عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی سے مقاربت
کرنا۔ یہی اندریں صورت سب سے مقدم ذکر اس جگہ زن ممتوعہ کا تھا
نہ کہ لونڈی کا یہ معنی خیز سکوت اللہ پاک نے اسی جگہ ہی اختیار ہی نہیں کیا
بلکہ قرآن مجید میں نکاح کے احکام جس جس جگہ پر آئے ہیں۔ وہاں منکوحات
کے علاوہ صرف لونڈیوں کا ہی ذکر ہے اور بس چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ا۔ حرمت علیکم امھتکم ...... والمحصنت من النساء
الا ما ملکت ایمانکم سورہ نسا (ترجمہ) حرام کی ہیں
واسطے نکاح کے تم پر ...... وہ عورتیں کہ منکوحات ہوا کرتی ہیں سوائے

جو تمہاری لونڈیاں ہو جائیں۔

(۲) یا ایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک۔ (سورۃ احزاب) (ترجمہ) اے پیغمبر ہم نے حلال کی ہیں تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے مہر دیئے ہیں اور تمہاری لونڈیاں اس جگہ پر اللہ تعالےٰ اپنے محبوب کے ساتھ ایک خاص رعایت کرنا چاہتا ہے چنانچہ متوخر الذکر آیت کے قریب ہی اس کا ذکر بایں الفاظ کیا گیا ہے۔ جو نمبر ۳ میں درج ہے

(۳) وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصۃ لک من دون المومنین

اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو منکوحات اور لونڈیوں کے بغیر اور تیسری قسم کی عورت کی اگر کچھ رعایت کی ہے تو صرف اس امر میں کہ آنجناب بغیر مہر کے مومنہ عورتیں اپنے نکاح میں لے آویں۔ اگر متعہ ایسا ہی ثواب کا کام ہوتا۔ جیسا کہ شیعہ کتب میں اس کی تعریف میں ورقوں کے ورق سیاہ کئے ہوئے ہیں تو بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باری تعالیٰ کو کون زیادہ محبوب و مرغوب تھا کہ جس کے لئے یہ نعمت اٹھا رکھی تھی۔

سوال: اس آیت میں ایک ہی منکوحہ یا لونڈی کا ذکر کر کے جو سکوت اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔ اس سے لازماً یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ زن ممتوعہ درست نہیں ہے علاوہ ازیں اس آیت میں ذکر ان عورتوں کا ہے جن پر انتظام خانہ داری کا موقوف ہے اور وہ بانہ درجہ ہوتی ہے!

لونڈی اور زن ممتوعہ نہیں ہوتی ۔ بلکہ اس سے فقط رفع حاجت منظور ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر یہاں نہیں کیا (تنبیہ المنکرین)

جواب : یہ غلط ہے کہ خداوند کریم نے اسی جگہ ہی سکوت اختیار کیا ہے ۔ بلکہ قرآن مجید میں جہاں جہاں نکاح کے احکامات درج ہیں وہاں زوجہ اور لونڈیوں کے علاوہ کسی تیسری صنف کا ذکر ہی نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ۔ چونکہ زن ممتوعہ سے کف مشت زنی کا کام لیا جاتا ہے ۔ اس لئے نہ صرف اس جگہ ہی بلکہ کسی اور جگہ بھی اس بدنصیب آلہ اخراج منی کا ذکر خداوند عزوجل نے نہیں کیا ۔ جب قرآن مجید کی آیات ایک دوسری کی مفسر ہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ایک طرف تو اللہ پاک نے متعہ کے حکم کو صرف ایک ہی جگہ اور وہ بھی نہایت ہی دبی زبان سے ادا کیا ہے اور دوسری طرف دیگر مقامات پر ایسی آیات بیان فرمادی ہیں جن سے صراحتاً و کنایتاً اس حکم کی بلاواسطہ یا بالواسطہ تردید و تکذیب ہوتی ہے ۔ اگر بقول شیعہ متعہ ایک اہم مسئلہ ہے تو پھر افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اہم مسئلہ کو بہت بڑے دلائل کے ذریعہ اظہر من الشمس کر دیتا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ ذات علیم ایک ایسے اہم قانون کا جس کا اطلاق (بقول شیعہ) کم و بیش ہر مسلمان متنفس پر معمولی حالت میں ہو سکتا ہے ۔ صرف ایک اور ایک ہی محدود جگہ پر اور پھر نہایت ہی حجابانہ طور پر ذکر کرے ۔ علاوہ ازیں چونکہ شیعہ کی کتابیں خود تسلیم کرتی ہیں کہ عقد متعہ فقط تقاضائے شہوت کی نیت سے کیا جاتا

ہے۔" اور زن ممتوعہ سے فقط رفع حاجت منظور ہوتی ہے"۔ تو مدعی کے اپنے اقبال کے مطابق یہ عقد ایسا نہیں کہ جس پر "غیر مسافحین" کا اطلاق ہو سکے۔ لہٰذا یہ عقد متعہ عقد قرآنی کے ان جملہ احکامات کے احاطہ سے خارج ہے۔ کہ جن پر باری تعالیٰ نے "احصان" اور "عدم اسفاح" کی قید لازماً مقرر فرمائی ہے۔ وگرنہ مجوزین متعہ ایک ایسا حکم قرآن سے نکال کر دکھا دیں جو ان قیود سے خالی ہو۔ لفظ "اسفاح" کے لغوی و اصطلاحی معانی پر اگر غور کیا جائے تو اس کا مطلب سوائے قضائے شہوت کے اور کچھ ہوتا ہی نہیں اور چونکہ بقول شیعہ عقد متعہ سے بھی مقصود قضائے شہوت ہی ہے۔ اس لئے عقد متعہ قرآنی عقد نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ یہ خالص زنا ہے۔

(۴)

خداوند کریم اپنے فرقان حمید میں فرماتا ہے "ولیستعفف الذین لایجدون نکاحاً حتےٰ یغنیھم اللہ من فضلہ" (سورہ مومنون)

(ترجمہ) اور جو لوگ نکاح کرنے کا مقدور نہیں رکھتے ان کو چاہیئے کہ ضبط کریں۔ یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیوے اگر متعہ جائز ہوتا تو سب سے بہتر موقع اس کے جواز کا اس مقام پر تھا مگر جناب باری تعالےٰ نے ایسے لوگوں کو جن کو ضرورت نفس تو ہے مگر نکاح کا مقدور نہیں صرف صبر کرنے کی تلقین کی ہے۔ متعہ جائز ہوتے

ہوئے اللہ تعالٰے کا یہ فرمانا کہ غریب لوگ صبر سے کام لیں۔ اس کا کیا مطلب ہے۔



ایک اور جگہ پر خدائے عزوجل فرماتا ہے۔ ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنت المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیٰتکم المؤمنات... ذالک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیرا لکم۔

(ترجمہ) تم میں سے جن کو مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی توفیق نہیں ہے وہ مسلمان لونڈیوں سے نکاح کرلیں مگر ان کے مالکوں کی اجازت سے۔ بشرطیکہ قید نکاح میں لائی جائیں۔ نہ کہ تم سے بازاری عورتوں یا خفیہ دالا خلق رکھا چاہیں...... یہ نکاح ہمراہ لونڈی کے اسی کے لئے ہے۔ جسے گناہ کر بیٹھنے کا خوف ہو اور اگر صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ دلیل چہارم میں جو آیت نقل کی گئی ہے اس میں تو یہی حکم تھا اور اگر کسی مسلمان مرد کو آزاد مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی توفیق نہ ہو تو وہ اس وقت تک صبر کرے جب تک اللہ تعالٰی اسے نکاح کرنے کی استطاعت عطا نہ کر دے مگر اس آیت میں قدرے رعایت کا پہلو مدنظر رکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان آزاد عورت سے نکاح نہ کرے۔ تو مسلمان لونڈی

سے نکاح کر لیوے لیکن وہ بھی صرف اس حالت میں جب کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کا کاسۂ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ اور اس سے زیادہ اگر وہ صبر سے کام لے گا تو یقیناً اس سے ارتکاب گناہ صادر ہو گا۔ اگر متعہ بھی ایک جائز فعل ہوتا تو اس قدر صبر و ضبط کی تلقین کیا معنی رکھتی ہے؟ صادر فرما دیا ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شرعی زنا آخر خدائے پاک نے اس وقت اور کس شخص کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہرہ اندوز ہونے کی اجازت نہیں فرمائی غربا کو علین اس وقت بھی جب کہ انہیں زنا جیسے قبیح گناہ کر بیٹھنے کا خوف لاحق ہو۔ اس سے ہم خرما و ہم ثواب کا لذت آشنا نہیں ہونے دیا تو پھر کیا عیاش امیروں رئیسوں اور نوابوں کی جدت پسند شہوت رانی کے نہ سیر ہونے والے چسکے کی اشتعالت کے لئے یہ خوان بوقلمونی مہیا کیا ہے؟

سوال:- یہ آیت فقط نکاح دائمی کے لئے نہیں ہے بلکہ نکاح اور متعہ دونوں پر مشتمل ہے کیونکہ متعہ بھی نکاح ہی ہے گو عارضی ہوتا ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے نکاح دائمی کا حکم " واحل لکم ما وراء ذلکم الخ " میں فرمایا ہے اور نکاح منقطع کا آیت " فما استمتعتم بہ منھن الخ " میں مہر نیز چونکہ مہر عورت آزاد منکوحۂ دائمی اور منقطع کا بہت ہوتا تھا جو اکثر لوگ بوجہ تنگدستی ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ اس لئے

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی آسانی کے لئے نکاح لونڈی کا دائمی و منقطع جائز فرما دیا ہے۔

جواب ۱: شیعوں کے اعتقاد کے مطابق اگر کوئی آیت اباحت متعہ میں نازل ہوئی ہے تو وہ آیت "فما استمتعتم بہ الخ" ہی ہے اور اس آیت زیر عنوان میں نکاح کا لفظ متعہ پر استعمال نہیں کیا گیا۔ اس لئے متعہ کو کھینچ تان کر نکاح کی تحت میں لانا قرآن سے استہزا ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی عورتوں سے فائدہ اٹھانا حلال ٹھہرایا ہے اس کے ساتھ قید احصان کی ہے یعنی عفت قائم رکھنا اور اسفاح سے منع فرمایا ہے یعنی شہوت رانی سے چنانچہ اس کی مثالیں فقیر نے عرض کر دی ہیں اور فقیر نے عرض کیا ہے کہ شیعہ کے نزدیک متعہ والی عورت میں احصان حاصل نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ شیعہ متعہ کو احصان کا سبب نہیں مانتے اور نہ ہی متعہ سے "زنا" کی حد رجم (سنگساری) جاری کرتے ہیں اور متعہ والے مرد کا معاشقہ ہونا بھی ظاہر ہے۔ کہ متعہ سے غرض ہے منی کا بہانا اور منی کا برتن خالی کرنا ہے اور بس۔ نہ خانہ داری اور نہ بچے پیدا کرنا اور نہ حمایت عزت و ناموس وغیرہ۔

جواب ۲: یہاں پر استمتاع کے معنی متعہ کرنا نہیں بلکہ لغوی معنے سے ہے فائدہ حاصل کرنا یعنی جماع چنانچہ اس پر فاء تعقیبیہ لانے سے واضح ہوتا ہے کہ فاء کا جب تک ماقبل سے تعلق نہ ہو۔ اس کا

استعمال ہوتا ہی نہیں اور ابتدائے کلام میں یہ بالکل واقع نہیں ہوتی اور ماقبل سے تعلق پیدا کئے بغیر کلام الٰہی بے ربط اور مہمل ہو جاتا ہے جس کی مزید تفصیل عرض کر دی گئی ہے۔

سوال: متعہ کی حلت "فانکحوا ما طاب لکم من النساء" سے بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ نکاح متعہ کو بھی محیط ہے۔

جواب: اگر آیت "فانکحوا ما طاب لکم الخ" میں بھی نکاح محیط متعہ ہے تو چار ممنوعہ عورتوں سے زیادہ کے ساتھ عقد متعہ ناجائز ہونا چاہیئے۔ حالانکہ شیعہ عقائد کے مطابق "ممتوعات کی تعداد لا انتہا ہے۔" تنبیہ المنکرین صہ ۲۷ اور نیز کتاب الاعتقادات ابن بابویہ کے باب النکاح میں نکاح کو متعہ سے بالکل علیحدہ ذریعہ حلت النساء سمجھا گیا ہے، چنانچہ مرقوم ہے "اسباب حل المرأة عندنا اربعة النکاح و ملک یمین و المتعة و التحلیل الخ" (ترجمہ) عورتوں کی حلت کے اسباب ہمارے نزدیک چار نکاح قبضہ ملکیت (لونڈیاں) متعہ اور تحلیل ہیں۔ اور پھر فروع کافی جلد ۲ کتاب اوّل کے صہ ۱۹۱ پر یہ روایت زرارہ بن اعین سے مروی ہے "قلت ما یحل من المتعة قال کم شئت" (ترجمہ) میں نے کہا متعہ کتنی عورتوں سے درست ہے تو امام صاحب نے فرمایا جس قدر سے کرنا چاہو پس نتیجہ یہ نکلا کہ یا تو نکاح کا اطلاق متعہ پر نہیں ہوتا یا ممتوعات کی لاتعدادی محض عیاشی کی خاطر وضع کی گئی ہے اس میں تو الٹا متعہ نکاح

کی نقیض ثابت ہوتی ہے۔ اندریں صورت جب عقد متعہ میں ایک بھی شرط عقد نکاح کی نہیں پائی جاتی۔ یعنی نہ قید تعداد متزوجات نہ طلاق و عدت شرعیہ اور نہ نفقہ وراثت تو پھر خواہ مخواہ اس پر نکاح کا اطلاق کرنا زید کی پگڑی بکر کے سر رکھنے والی بات نہیں تو کیا ہے۔ جس حالت میں زن متوعہ کا مہر کم از کم ایک مٹھی جو یا ایک کف طعام ہو سکتا ہے تو پھر یہ کہنا کہ مہر آزاد زن ممتوعہ کا زیادہ ہوتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نکاح دائمی یا منقطع ہمراہ لونڈی کے تنگ دستوں کی سہولت کے لئے جائز قرار دیا تھا کہ اس کا مہر مقابلتہً کم ہوتا ہے۔ سراسر شاشیدن کے برابر ہے۔

۶

قرآن کریم میں جہاں اللہ پاک عورتوں کے ساتھ مجامعت کی تحلیل کا ذکر کرتا ہے وہاں لازماً اس تحلیل کو "محصنین غیر مسافحین" کی شرائط سے مقید کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

(الف) واحل لکم ما ورا ذلکم..... غیر مسافحین (سورۃ النساء)

(ب) فانکحوھن باذن اھلھن..... محصنٰت غیر مسافحٰت (سورۃ النساء)

(ج) احل لکم ..... محصنٰت من المومنٰت ..... محصنین غیر مسافحین (سورہ مائدہ) ان آیات میں الفاظ "احصان" و "اسفاح" خاص طور پر غور کرنے کے قابل ہیں۔ "احصان" کے لغوی معنی ہیں حفاظت خواہ حفاظت الجسم یعنی حفاظت البدن من الجراحت ہو یا حفاظت العصمت یعنی حفاظت الفرج من الفساد۔ متقدم الذکر کی مثال قرآن حکیم میں "وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم" (ترجمہ) ہم نے انہیں زرہ کی صنعت سکھائی تاکہ ضرر سے محفوظ رہیں (پ۱۷ ع۶) اور موخر الذکر کی مثال "والتی احصنت فرجہا" پ۱۷ ع۶ ہے۔ بلکہ منکوحہ عورت کو محصنت ہی کہا گیا ہے۔ قولہ تعالیٰ "والمحصنت من النساء الاما ملکت" (ترجمہ) اور منکوحہ عورتیں (حرام ہیں) سوائے ان کے جو تمہاری مملوکہ ہو جائیں کیونکہ نکاح کے سوا حفاظت الفرج من الفساد ہو ہی نہیں سکتی۔ "اسفاح کے معنی ہیں سیال چیز کا گرانا، بہانا یا پھینکنا جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے" او دما مسفوحا" (ترجمہ) یا بہنے والا خون پس اسفاح بالکل زنا کے مترادف ہے۔ کیونکہ "الزنا سفاحا لان لا غرض الزانی الا سفح النطفۃ" (ترجمہ) زنا اسفاح ہی ہے کیونکہ زانی کی غرض سوائے پانی نکالنے کے اور ہوتی ہی نہیں۔ علاوہ ازیں کافی جلد ۲ کتاب اول کے صفحہ ۲۵۱ پر اور "الفرق بین النکاح والزنا" کے عنوان

کے تحت میں زنا کو اسفاح ہی کہا گیا ہے۔ " کل زنا سفاح ولیس کل سفاح زنا لان معنی الزنا فعل حرام من کل جهة لیس فیه شئ من وجه الحلال واما معنے السفاح الذی هو من وجه النکاح مثوب بالحرام یعنی نکاح حرام منسوب الی الحلال نظیر الذی یتزوج ذوات المحارم التی ذکر الله فی کتابه والذی یتزوج المحصنة التی لها زوج لیعلم "

(ترجمہ) ہر ایک زنا اسفاح ہے ۔مگر ایک اسفاح زنا نہیں ہے زنا کا معنی وہ فعل حرام ہے جس میں کوئی وجہ حلال کی نہ ہو اور ہر طرح سے حرام ہی حرام ہو۔ لیکن اسفاح ایک قسم کا نکاح حرام ہے اور مثال اس کی ایسی ہے جیسے کوئی شخص ان محرمات سے نکاح کرے جن کا ذکر اللہ نے قرآن میں کیا ہے یا دیدہ دانستہ شوہر والی منکوحہ عورت سے نکاح کرے ۔ و بخیر یہ صرف لفظی فرق ہے عملاً زنا اور اسفاح میں کوئی فرق نہیں ہے ۔بلکہ ایک طرح سے " اسفاح " زنا سے بھی بدتر ہے ۔ کیونکہ اس میں محرمات ابدیہ یعنی ماں بہن سے نکاح حرام بھی شامل ہے ۔ان معانی کے لحاظ سے محصنین مترادف ہے متزوجین کا اور مسافحین مترادف ہے زانین کا ۔ اور بعینہ انہیں معنوں میں یہ الفاظ شیعوں کی کتب احادیث میں استعمال ہوئے ہیں ۔اب دیکھنا یہ ہے کہ مرد و زن کی مقاربت میں کونسی صورت ایسی ہے جس پر " احصان " اور " عدم اسفاح " کا اطلاق ہو سکتا ہے ؟

یہ صورت دریں حاصل ہو سکتی ہے جہاں مرد عورت کو خالصتہً اپنے لئے مخصوص کر لے۔ اور اس کی نیت ایسا کرنے سے حصول اولاد اور حمایت ناموس ہو۔ اور یہی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ " نساؤکم حرث لکم " (ترجمہ) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں یعنی ان سے اولاد کی پیداواری مقصود ہے۔ اور " ھن لباس لکم " (ترجمہ) تمہاری عورتیں تمہارا لباس ہیں یعنی تمہارے ناموس کی محافظ ہیں۔ پس زن ممتوعہ میں " احصان " تو یقیناً نہیں ہوتا اور " اسفاح " تو ایک بدیہی امر ہے۔ کیونکہ متعہ کی غرض و غایت ہی پانی نکالنا ہے نہ کہ انتظام خانہ داری اخذ ولد یا حمایت ناموس آیات محولہ بالا سے جب یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ عین نکاح کرنے کی صورت میں ہے کہ جس کی غرض و غایت ہی ابقائے نسل انسانی و حمایت ناموس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بالخصوص یہ تاکید فرمائی ہے کہ نکاح میں بھی تمہاری نیت " احصان " کی ہو نہ کہ اسفاح " کی تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ خداوند علیم نے متعہ کو بھی حلال کیا ہو۔ جس میں " احصان " ایسے ہی مفقود ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ اور " اسفاح " اسی طرح موجود ہے۔ جس طرح رنڈی کے سر پہ شہوت کا بھوت۔

سوال :۔ " محصنین غیر مسافحین " مبطل المتعہ نہیں ہے کیونکہ " احصان " کے معنی لغات عربیہ میں عفت کے لکھے ہیں اور یہ نکاح دائمی اور متعہ ہر دو میں واجب ہے اور " اسفاح " کا اطلاق

متعہ پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ متعہ فعل شرعی ہے۔

جواب:۔ اس میں شک نہیں ہے کہ "احصان" کے لغوی معنی عفت کے بھی ہیں۔ لیکن شرعی اصطلاح میں یہ نکاح کا مترادف ہے اور اس پر فریقین کی کتب احادیث متفق ہیں چنانچہ کافی جلد ۳ جزو اوّل کی کتاب الحدود میں بے شمار مثالیں اس کی موجود ہیں مثلاً "فاما المحصن والمحصنۃ فعلیھما الرجم" (ترجمہ) زوج اور زوجہ کے لئے حد رجم ہے۔ اگر زن ممتوعہ کو شرعی طور پر "محصنہ" کہا جا سکتا ہے تو اس حدیث کے مطابق اس پر حد رجم لازم آنی چاہیئے حالانکہ بموجب حدیث "قلت والمرأۃ المتعہ محصنۃ فقال لا" (ترجمہ) میں نے پوچھا کیا ممتوعہ محصنہ ہے تو امامؑ نے فرمایا کہ نہیں (ایسی عورت حد رجم سے خارج ہے) اور اسی طرح مرد متعہ کرنے والا بھی بموافق حدیث "فان قلت فان کانت عندہ امرأۃ متعۃ المحصنۃ قال لا (ترجمہ) میں نے پوچھا اگر مرد کے پاس زن ممتوعہ ہو تو وہ محصن ہے تو امام نے کہا کہ نہیں (بلکہ رجم سے خارج ہے) ہر کتاب حدیث کے باب الحدود میں نکاح کرنے والے کو "الرجل المحصن" اور نکاح کرنے والی کو "المرأۃ المحصنۃ" کہا گیا ہے۔ اس قدر بین سند کے ہوتے ہوئے بھی اگر فریق مخالف "احصان" کو عقد متعہ پر استعمال کرے تو

بریں عقل و دانش بباید گریست

"احصان" کا اطلاق ہو ہی سکتا ہے۔ دائمی اور مستقل چیز پر جیسا کہ امام جعفر صادق کی زبانی کافی جلد سوئم جزو اوّل کے صہ۹۸ پر یہ روایت درج ہے۔ "انما ذلک علے شئ دائم" (ترجمہ) "احصان" کا اطلاق بالتحقیق دائمی چیز پر ہو سکتا ہے اور یہ جو کہا گیا کہ "اصطلاح" کا اطلاق متعہ پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ متعہ فعل شرعی ہے"۔

عجب احمقانہ فقرہ ہے۔ امر متنازعہ تو یہی ہے کہ متعہ فعل شرعی ہے یا نہیں اور امر متنازعہ کو امر مسلمہ مان لینا کہاں کی منطق ہے۔ گو عبارت محولہ بالا سے یہ قطعی طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ "احصان" کے معنی "تزویج بالتخصیص" کے ہیں لیکن صاحب ضربت حیدریہ جلد اوّل کے صہ۸۵ میں لکھتے ہیں "چہ احصان بنا بر تصریح مفسران بمعنی عفاف است نہ بمعنی تخصیص" اگرچہ معنی تخصیص کی نفی محض جہل یا مبنی بر تجاہل ہے مگر آپ کے مسلمہ معنی کی رو سے بھی بطلان متعہ واضح ہے کیونکہ جب جماع انسان کے ساتھ مثل بھوک اور پیاس کے لگی ہوئی ہے تو ہمیشہ کے لئے وہ مثل تحصیل اکل و شرب تحصیل عفت کا بھی مکلف ہے اور عفت دائمی بلا عقد دائمی کے متصور نہیں کیونکہ عقد موقت کی صورت میں تعفف بھی موقت ہی ہو گا۔ تکلیف تعفف کو کسی وقت معین کے ساتھ مقید و مخصوص کرنا بہ بداہت عقل باطل ہے۔ کتب لغت ہدایہ اور صراح میں احصان کے معنی چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ اسلام۔ حریت۔ عفت اور تزویج لیکن ان چاروں معانی کے اندر مماثلت

کا مفہوم مضمر ہے، کیونکہ اسلام مانع معبودیت غیر اللہ ہے اور حریت مانع حکومت غیر ہے اور عفت مانع فساد الفرج ہے اور تزویج مانع مجامعت ہمراہ غیر شوہر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان معانی مختلف میں کون سے معنی آیہ تحلیل نکاح کے مناسب ہیں۔ احصان کے معنی اسلام کے اس جگہ مناسب نہیں ہیں کیونکہ اوّل تو اس آیت میں مخاطب ہی مسلمان ہیں اور دوسرے اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے عورتیں اس حال میں کہ تم اسلام لانے والے ہو اور یہ بے معنی محض ہے حریت بھی مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ آیت غلاموں کے لئے بھی نکاح کی اجازت دیتی ہے۔ اب لامحالہ اس سے مراد یا توصفت ہوں گی یا تزویج بصورت اوّل یہ خرابی ہے کہ حلال و ذوالجلال کا زمانہ واحد ہونا چاہیئے اور عفاف بعد نکاح حاصل ہوتا ہے نہ مع النکاح اور علاوہ اس کے غیر مسافحین کا حاصل بھی تو وہی تعفف ہے۔ پس یہ تکرار لغو محض ہے پس جب یہ تینوں معانی خارج از بحث ہو گئے تو لامحالہ چوتھے معنی ہی شرعاً مراد ہے لہٰذا آیت کریمہ کے معنی یہ ہوئے کہ تمہارے لئے عورتیں حلال کی گئی ہیں بایں شرط کہ تم ان کو زوجہ بنانے والے اور اپنے لئے مختص کرنے والے ہو۔ نہ صرف اپنی مستی نکالنے والے اور اپنی وقتی حاجت پوری کرنے والے۔"

اس معنی کی تائید لفظ "احصن" سے بھی ہوتی ہے جو متذکرۃ الصدر

آیہ کریمہ کے بعد والی آیت میں واقع ہے۔ جس میں احصان کے معنی سوائے تزویج کے اور کچھ ہو نہیں سکتے پس یہ لفظ آیۂ سابقہ کا مفسّر و موضح ہے۔ نیز آیۂ کریمۃ "الا علی ازواجھم" حلت وطی ازواج کے ساتھ مخصوص کرنا مفید معنی تزوج ہے۔ بلکہ تحلیل نساء کو منحصر فی التزوج کرتا ہے۔

ایک اور طریقہ سے بھی احصان کے معنی تزویج ہی ثابت ہوتے ہیں۔ آیۂ "فانکحوھن باذن اھلھن...... محصنت غیر مسافحات" میں نکاح مملوکہ کو بلفظ احصان تعبیر کیا گیا ہے اور اسی پر آیت۔ "فعلیھن نصف ما علی المحصنت من العذاب" میں احکام حدود کو متفرع کیا گیا ہے اور یہ احکام بجز نکاح موبد کے اور کسی پر بالاتفاق ثابت نہیں آتے۔ پس حلت وطی جائزہ کو آیۂ کریمہ "واحل لکم الخ" میں اسی نکاح پر حمل کرنا ضروری ہے۔

سوال:۔ اگر متعہ محض اس لئے ناجائز تصور کیا جاتا ہے کہ اس سے مقصود فقط رفع حاجت شہوانی ہے نہ کہ اخذ ولد و تنظیم امور خانہ داری تو جو لوگ نکاح دائمی بھی اسی غرض سے کرتے ہیں ان کے نکاح اور متعہ میں کیا فرق ہے اگر وہ جائز ہے تو متعہ بھی جائز ہونا چاہیئے (تنبیہ المنکرین وجوہات المتعہ)

جواب:۔ نکاح چونکہ ایک شرعی فعل بموجب حکم اللہ تعالے کے ہے اس لئے عقد نکاح کے تمام مراسم ظاہریہ ادا کر دیئے جائیں تو نکاح

خواہ کسی نیت سے کیا جائے شرعاً جائز ہوگا۔ لیکن اگر فریقین نکاح کوئی ایسی نیت دل میں مخفی رکھیں جو شرعی مقاصد نکاح کے مخالف ہو تو وہ عنداللہ گنہگار ہوں گے۔ لیکن ان کا یہ گناہ کسی صورت میں بھی نکاح کو باطل[1] یا فاسد نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص ایک ایسی چیز کو جو بنفسہ جائز ہے، ناجائز نیت سے استعمال کرے تو یہ ناجائز نیت اس جائز چیز کو ناجائز نہیں بنا سکتی۔ لیکن اس کے برعکس اگر کوئی چیز بنفسہ ناجائز ہے تو خواہ اس پر اس کی ہم جنس جائز چیز کے کل مراسم ظاہریہ استعمال کئے جائیں مگر وہ ناجائز چیز جائز نہیں ہو سکتی۔ مثلاً خنزیر کو اگر تکبیر پڑھ کر حلال کیا جائے تو خنزیر حرام ہی رہے گا۔ شرع چونکہ ظاہر ہے اس لئے اگر ظاہری لوازمات شرعی کسی حلال چیز کے پورے کر دئیے جائیں تو وہ چیز جائز ہے، باقی رہا سوال نیت کا سو اس کا تعلق خدا سے ہے۔

علاوہ اختلاف متذکرۃ الصدر کے عارضی نیت کے نکاح اور متعہ میں ایک اور بین فرق ہے۔ یعنی اگر نکاح کے بعد مجامعت کرنے سے ہی عورت حاملہ ہو جائے تو گو خاوند اسے فوراً ہی طلاق دے دے پھر بھی اس کا بچہ اپنے باپ کی جائیداد کا شرعی وارث ہوگا اور عورت مطلقہ دفع حمل تک نان و نفقہ کی حقدار ہوگی۔ اور نیز اگر

---

[1] میعادی نکاح کی مخفی نیت باوجود تحقیق ارکان و شرائط عقد فاسد النکاح نہیں ہو سکتی چنانچہ باقر مجلسی رسالہ فقہ کی کتاب النکاح میں لکھتے ہیں "اگر ذکر مدت لغو و متعہ نکاح دائم میگردد۔ بر قول شیخ ابو جعفر طوسی و شیخ ابو القاسم"

نکاح کے بعد فریقین نکاح میں سے ایک فریق فوراً ہی فوت ہو جائے
تو دوسرا فریق اس کی جائیداد کا وارث ہوگا۔ اور یہ دونوں باتیں عقد متعہ
میں نہیں ہیں۔ یعنی نہ تو ولد المتعہ ہی اپنے زانی باپ کی جائیداد کا وارث
ہو سکتا ہے اور نہ ہی فریقین متعہ ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے
ہیں۔ "لیس بینھما میراث" (کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۷) پس ظاہر ہے
کہ نکاح کے مراسم ظاہریہ اگر مطابق احکام شرعی ادا ہو جائیں تو وہ
نکاح کبھی زنا کی فہرست میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس کے
برعکس متعہ کے مراسم ظاہریہ چونکہ بالکل مطابق مراسم زنا کے ہوتے
ہیں (یعنی عورت کا ہاتھ میں دے دی اور ...... کھڑے ہو کے "استمتعت
نفسی" کا کلمہ ایک طرف سے اور "قبلت" کا کلمہ دوسری طرف
سے کہہ کر کارروائی شروع کر دی جاتی ہے) اس لئے متعہ زنا ہے پس
نکاح اور متعہ کبھی ایک سطح پر نہیں آ سکتے۔

۶

قرآن مجید میں جس جس جگہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا حکم دیا
ہے وہاں اس حکم کے متصل ہی ادائیگی مہر کا حکم بھی دے دیا ہے
گویا نکاح اور مہر دو لازم و ملزوم امر ہیں حکم نکاح کے ساتھ ہی ارشاد ہے
"فانکحوھن باذن اھلھن ...... محصنٰت غیر مسٰفحٰت"
(سورۃ النساء پ(۵)) "[illegible] اٰتیتم اجورھن"

پ ۱۴ ع ۱۳

(ب) والمحصنات من المومنات...... اذا آتیتموهن اجورهن" (پ ۶ ع ۲)
(ج) فانکحوا ما طاب لکم...... صدقاتهن نحلة" (سورہ نساء) اس لئے
کوئی وجہ نہیں کہ آیۃ "فما استمتعتم به الخ" کو حکم نکاح کا جزو متعلقہ نسبت حکم
ادائیگی مہر تصور نہ کریں۔ اور بیک غلطی حکم واسطے نکاح متعہ کے خیال
کریں۔ اصول تفہیم قرآن عــــ کی روشنی میں اگر ان آیات کو پڑھا جائے
تو یہ "فما استمتعتم به الخ" کو حکم متعہ پر محمول کرنا قرآن فہمی کا
منہ چڑانا ہے۔ اعتراض ندارد۔ جواب ندارد۔

(۸)

اغراض بحث کی خاطر معترض کے اس اعتراض کو درست مان لیا
جائے کہ آیۃ "فما استمتعتم" کا تعلق حلت متعہ ہی کے متعلق ہے اور اسے
نکاح و مہر سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس آیت سے اس
طرح استدلال کرتے ہیں کہ اس جگہ مجرد ابتغاء بمال استمتاع مذکور ہے
اور بعد استمتاع ادائیگی اجر کا حکم ہے پس یہ صورت چونکہ متعہ ہی میں مخصوص ہے
عقد نکاح میں حاضری گواہان و ولی قبل از استمتاع بعد ابتغاء بمال لابدی ہے
اس لئے یہ آیت ہرگز عقد نکاح کے متعلق نہیں بلکہ عقد متعہ ہی کے متعلق
ہے تو لازمی طور پر سوال پیدا ہوگا کہ بعد مقاربت اگر کوئی مرد اپنی عورت
کو طلاق دے دے تو سے کس قدر مہر ادا کرنا چاہیئے خصوصاً جبکہ رقم مہر
بوقت نکاح معین ہو چکی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے قبل از مقاربت طلاق

دینے کی صورت میں "فنصف ما فرضتم" کا حکم دیا ہوا ہے چونکہ روافض
قرآن کریم کو صحیفہ عثمانی سمجھ کر کم ہی پڑھا کرتے ہیں اس لئے میں انہیں یقین
دلاتا ہوں کہ تمام کلام اللہ میں سوائے آیت فما استمتعتم الخ کے اور کوئی
آیت ان کو ایسی نہ ملے گی جو بعد مقاربت طلاق دینے کی صورت میں پورے
مقرر کردہ مہر کی ادائیگی کا حکم صریحا "فاتوھن اجورھن فریضۃ" کی
صورت میں صادر فرماتے۔ روافض اس آیت کو متعہ پر محمول کر کے حلت
متعہ ثابت کرنے سے تو رہے۔ البتہ قرآن کے احکام نسبتہ ادائیگی مہر کو
ناقص و نامکمل ضرور ثابت کر دیں گے۔

باب دوم

حرمت متعہ از احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علم القرآن یقینی علم ہے جس کے متعلق خداوند تعالیٰ کا ارشاد
ہے: ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ج کہ یہ کتاب بالشک و
شبہ سے پاک و منزہ ہے۔ اگر اس کے برعکس علم الحدیث
و علم الاخبار ظنی علم ہے۔ کیونکہ شیعہ و سنی کا یہ متفق علیہ
اصول کلام ہے کہ "الخبر یحتمل الصدق و الکذب"
یعنی خبر میں صدق و کذب کا احتمال ہے۔ اس امر سے کسی فریق کو
انکار نہیں ہو سکتا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کی حیات جسمی میں بھی اور ان کی حیات ابدی میں جلوہ فگن ہونے کے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک احادیث انسانی حافظہ کے رحم پر سنبھالے لیتی رہیں۔ اور ایک پشت سے دوسری پشت میں بذریعہ آلہ النطق منتقل ہوتی رہیں۔ اگرچہ بعض آئمہ اور مشاہیر علماء نے ان کو ایک حد تک ضبط کر لیا تاہم ان کی باضابطہ تدوین کہیں دوسری صدی میں جا کر ہوئی اور اس عرصہ میں بنی امیہ و بنی عباسیہ کی سیاسی مخالفتوں اور منافقتوں کے طوفان بے تمیزی کے باعث صحیح احادیث کے علاوہ بیشمار وضعی احادیث بھی شامل کر لی گئیں جس کی وجہ سے صدق و کذب میں تمیز کا حقہ کرنا سخت مشکل امر ہے۔ لیکن باوجود اس اشتباہ کے چونکہ فریقین اپنے مباحثوں اور مناظروں میں ان روایات و احادیث کو بھی قاضی النزاع مقرر کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی ان کی طرف رجوع کئے بغیر چارہ نہیں ہے چنانچہ ہم شیعوں کی معتبر کتب احادیث سے ثابت کرتے ہیں۔

تنبیہ:۔ یاد رہے کہ شیعہ مذہب کو ذاکروں مرثیہ خوانوں پیٹ کے پجاریوں نے بدنام کیا ہے۔ پھر ان کے اکابر مجتہدوں نے جلتی پر تیل ڈالا صرف اس لئے کہ کہیں چلتی گاڑی رک نہ جائے۔ جیوی کے پاس آنا جانا انہی لوگوں کا ہے چلو جیسے ہی ہو رہا ہے ہونے دو ورنہ ان کے اسلاف کا تحقیقی مذہب یہ ہے کہ متعہ ایک گندا فعل ہے۔ اس سے اجتناب اور احتراز لازمی ہے

چنانچہ ہم ذیل میں روایات شیعہ سے صراحتہً اور اشارۃً ثابت کرتے ہیں کہ شیعہ کے اصلی مذہب میں متعہ حرام ہے۔ ورنہ یہ ثواب جو شیعہ بیان کرتے ہیں اگر واقعی ثواب کا کام تھا۔ تو ائمہ اور بڑے بڑے صحابہ اور ائمہ معصومینؑ اور خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں ثابت نہیں۔

حرمت متعہ از روایات شیعہ

روایت = (۱)

شیعوں کی سب سے معتبر کتب احادیث علامہ ابو جعفر طوسی کی "تہذیب و استبصار" ہیں۔ چنانچہ ان ہر دو کتب بحیے باب تفصیل النکاح و باب تحلیل المتعہ علی الترتیب میں یہ روایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

"قال حرم رسول اللہ ﷺ لحوم الحمار الاھلیۃ ونکاح المتعۃ۔" (ترجمہ) کہا حضرت علیؓ نے رسول اللہ نے حرام کیا گوشت گھریلو گدھے کا۔ اور نکاح متعہ کا۔ یہ حدیث کتب ستہ اہل السنن میں بھی مرقوم ہے۔ اور چونکہ یہ بہترین اسناد سے مروی ہے۔ اس لئے کل محدثین نے بالاتفاق اس پر حصر کر کے متعہ کو حرام قرار دیا ہے۔ عجب یہ حدیث مخالفین کی بہترین کتب میں سلسلہ وار عذاب

بقول شیعہ اور بقول اہلسنت محفوظین ۱۲ ا۔ باب تحلیل المتعہ ۱۲

امیگر پر منتہی ہوتی ہے تو اس سے بہتر مسکت البحث سند اور کیا ہو سکتی ہے۔ فریقین ایک دوسرے کی روایات کو غیر معتبر اور راویوں کو غیر متدین سمجھتے ہیں۔ اس لئے آج تک وہ ایک سطح پر کھڑے نہیں ہوسکے۔ لیکن جب یہ روائیت ہر فریق کی اپنی اپنی معتبر کتب میں نہایت ثقہ راویوں کی سند سے مندرج ہے تو یہ کس قدر شیعوں کی ہٹ دھرمی ہے کہ وہ اسے بلا وجہ نظر انداز کر رہے ہیں۔

روایت ②

کافی بھی شیعوں کی صحاح اربعہ میں سے ہے اور یہ وہ کتاب ہے جس پر امام منتظر نے غار سر من رائے میں"

"ھذا کافی لشیعتنا"

کی مہر تصدیق ثبت فرمائی تھی چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۱۹۲ ج ۲ میں یہ روائیت درج ہے۔

"عن المفضل قال سمعت ابا عبد اللہ یقول فی المتعۃ دعوھا الایستحی احدکم ان یری فی موضع العورۃ فیحمل ذالک علی صالحی اخوانہ واصحابہ"

(ترجمہ) مفضل نے کہا ہے کہ میں نے امام جعفرؓ سے سنا کہ متعہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ اس کو بالکل چھوڑ دو کیا تمہیں حیا نہیں آتی کہ بیگانہ عورت کی فرج دیکھ کر اپنے بھائیوں اور دوستوں

کہ آگے اس کا حال بیان کرد. اس روایت میں نہ صرف متعہ ہی کو حرام کیا گیا ہے بلکہ اس بے حیائی کا نہایت ہی مختصر مگر معنی خیز الفاظ میں مرقع کھینچا گیا ہے۔ جو متعہ کا لازمی نتیجہ ہے۔

روایت ۳

کتاب "فقہ الرضا" کے باب النکاح میں ہے۔

"اعلم یا اخی انی سئلت الامامؑ عن المتعۃ فقلت جعلت روحی فداک الذی جدک امیر المومنین ان النبیؐ حلل المتعۃ یوم فتح مکۃ وحرمہا الیوم خیبر ونہی عنہا ۔۔۔۔۔۔۔ ان اللہ غفور رحیم"

(ترجمہ) راوی کہتا ہے۔ "اے برادر! پوچھا میں نے امام رضاؑ سے کہ اے حضرت میری روح آپ پر قربان یہ فرمائیے کہ متعہ کی نسبت آپ کا کیا حکم ہے کہ روایت کیا ہے آپ کے دادا جناب امیرؑ نے حضرت رسالت پناہؐ نے حلال کیا فتح مکہ کے بعد اور حرام کیا تھا خیبر کے بعد اور اس سے منع کیا تھا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ سچ فرمایا تھا جناب امیرؑ نے خدا کی قسم متعہ حرام ہے۔ البتہ اجازت دی گئی تھی قبل میں پھر امام نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ حلال نہیں فرمایا تھا مگر جوانان عرب کے واسطے کہ جو ہمسفر رہتے تھے آپ کے ساتھ سفر میں اور شکایت اپنی تکلیف کی کرتے تھے۔ پس

آپ نے اجازت متعہ کی نہیں دی مگر ایسے لوگوں کے واسطے تاکہ
حرام سے بچیں لیکن جس نے متعہ کیا اس حالت میں کہ قادر ہے
نکاح پر یا خریدنے لونڈی پر یا اپنے مکان پر موجود ہے یا کسی شہر
میں مقیم ہے۔ پس بیشک اس نے مباح کیا اپنے نفس پر اس چیز
کو جس کو حرام کیا خدا تعالیٰ نے اس کے واسطے اللہ فرمایا۔ خدا عزوجل
نے جس شخص نے تجاوز کیا۔ اللہ کی حدود سے داخل ہوگا وہ ظالمین
میں۔ اے بیٹے میرے نہیں تھا جواز متعہ کا مگر وقت اضطرار اور ضرورت
کے جیسا کہ جائز ہے۔ وقت ضرورت کے گوشت خنزیر کا اور مردار
اور خون لیکن حد ضرورت سے بڑھ گئے ہے تو اللہ معاف کرنے والا ہے

"اہل بصیرت" ذرا آنکھ کھول کر اس روایت کو پڑھیں
اور پھر خدا لگتی کہیں کہ اس روایت سے صحیح اور معقول تر کوئی روایت
کبھی ان کی آنکھوں نے دیکھی یا ان کے کانوں نے سنی ہے۔

روایت — (۴)

تحفۃ المومنین اور کتاب المحاسن البرقی بھی شیعوں کی معتبر
کتب میں شمار کی جاتی ہیں۔ ان کے باب المتعہ میں بھی جناب امیر
سے روایت نقل کی گئی ہے۔

"قال لابن عباس انک رجل تائہ ان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نہی عن المتعۃ"

(ترجمہ) جناب امیرؑ نے ابن عباس کو کہا کہ تحقیق تو مرد عیاش ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے متعہ سے۔ بعینہ یہی روایت کل معتبر کتب احادیث اہل تسنن میں درج ہے۔ پس جب یہ حدیث متفق علیہ فریقین ہے تو اس کی صحت سے انکار ہو ہی نہیں سکتا جناب امیرؑ تو متعہ کو عیش رانی کے مترادف قرار دیتے ہیں مگر حضرات شیعہ اپنے "وصی رسولؐ" کی بات پہ ناک منہ چڑھاتے ہیں اور ابن عیاش ابن سکان اور ہشام شیطان طاق ایسے وضاعین و کذابین کے نقش قدم پر چل کر دعوئے تشیع اہل بیت کرتے ہیں۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

فصل دوم روایات حرمت استدلالیہ

وہ روایات جن سے اشارۃً حرمت متعہ از احادیث شیعہ ثابت ہوتی ہے

روایت ـــــ (۱)

خاتم المؤلفین صاحب مجالس المومنین مجلس دوم میں لکھتے ہیں اگر متعہ روا بودے امام برحق (امام حسنؑ) چرا التفات بنکاح و طلاق فرمودے۔ حضرت امام حسنؑ کہ باعتراف صاحب مجالس المومنین بکثیر نکاح کرتے اور طلاق دیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت امیرؑ نے لوگوں سے بذریعہ اعلان عام فرمایا تھا۔ یا اھل الکوفۃ لا تزوجوا الحسن فانہ

مطلاق النساء (ترجمہ) اے کوفہ کے لوگو حسن سے اپنی لڑکیوں کے نکاح مت کرو کیونکہ یہ بکثرت طلاق دینے کا عادی ہو گیا ہے۔ غور کیجئے اگر متعہ جائز ہوتا تو حضرت حسن متعہ سے کنارہ کشی نہ کرتے کہ یہ نہایت سہل امر بھی ہے۔ اور ثواب بھی حالانکہ امام حسن نے تمام عمر کبھی متعہ نہیں کیا۔

کاش شیعہ صاحبان ائمہ کرام کی عملی زندگی کی متابعت کریں اور خواہ مخواہ ان وضعی روایات کی کورانہ تقلید نہ کریں جو منافقین اسلام نے بغرض فتنہ و فساد ائمہ کے نام مکلوک کر کے مروج کی ہیں۔

روایت — ②

امام منتظر کی اسی تصدیق شدہ کتاب فروع کافی صفحہ ۱۹۲ ج ۲ پر یہ روایت منقول ہے۔ "عن محمد بن الحسن قال کتب ابو الحسن الی بعض موالیه لا تلحوا علی المتعة انما علیکم اقامة السنة فلا تشتغلوا بها عن فرشکم و حرائرکم فیکفرن و یتبرین و یدعین علی الآمر بذلک و یلعنونا۔"

(ترجمہ) حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض اصحاب کو لکھا کہ متعہ پر اصرار مت کرو صرف سنت بجا لاؤ اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ اور وہ معطل رہیں اور بعد عادلعنت کریں۔ اس وجہ سے کہ ہم نے حکم متعہ

کا دیا ہے۔ اس سے متعہ کا جواز نہیں بلکہ متعہ کے اصرار سے ممانعت کی ہے اور اس سے لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ممتوعہ عورتوں کے خیال میں نہ رہو۔ ورنہ اپنی منکوحات کو چھوڑ دو گے۔ اور وہ اس کے بدلے تمہارے اور ہمارے لئے بددعا کریں گی کہ آئمہ نے متعہ کا رواج ڈال کر ہم پر یہ آفت برپا کی۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ رواج متعہ معاشرتی تمدن کو درہم برہم اور انسانی رگ و پے میں شہوت رانی کی تحریک کو مستحکم کرنے والا ہے۔ جس کی وجہ سے زنا کاری اور فسق و فجور کے عام ہونے کا نہ صرف احتمال بلکہ یقین کامل ہے۔

روایت ۳

یہ روایت بھی اپنے ماسبق کی طرح کافی جلد ۲ کے صفحہ ۴۲ ج ۲ پر درج ہے۔ "جاء عبد اللہ بن عمیر اللیثی فقال له ما تقول فی متعۃ النساء فقال احلها اللہ وکتابه ..... بنات عمك۔"

(ترجمہ) ابن عمیر اللیثی نے امام باقرؑ سے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ خدا نے اسے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبان سے حلال کیا ہے ..... ابن عمیر نے کہا کیا یہ آپ کو پسند ہے کہ آپ کی عورتیں اور لڑکیاں یہ عمل کریں۔ امام باقرؑ نے یہ بات سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ آئمہ معصومین کی تصویر کا سیاہ رخ تو شیعہ صاحبان نے مذکورہ بالا الفاظ میں دکھلا کر جب اہل بیت

کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ ہمیں معاندین اہل بیت سے شمار کیا جاتا ہے لیکن ہمارا ایمان یہ نہیں کہ یہ راہنمایان راہ طریقت آنچہ بہر خود نہ پسندی بر دیگراں ہم مپسند کی خلاف ورزی کر کے جو چیز دوسروں کے لیے جائز سمجھیں اور اس کی تلقین کریں۔ خود اس پر عامل نہ ہوں۔ اگر امامؑ حلت متعہ کے اس قدر قائل تھے کہ اس کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک جائز سمجھتے تھے۔ تو پھر اپنی عورتوں کا سوال آجانے سے کیوں کبیدہ خاطر ہوتے یہ عجیب بات ہے کہ جو فعل مردوں کے لئے باعث نجات اخروی اور افتخار دنیوی ہو۔ وہ عورتوں کے لئے موجب رسوائی و شرمساری ہو۔ بس نتیجہ اٹھی یہ ہے کہ یہ حدیث وضعی ہے اور خواہ مخواہ آئمہ کے گلے منڈھی گئی ہے کیونکہ ان کی ذات بابرکات ایسی بے اصول باتوں سے مبرا و منزہ ہے آئمہ معصومین کی تصویر کا سفید رخ یہ ہے جو ہم نے دکھلایا ہے اب ناظرین باتمکین فیصلہ کریں کہ متعہ کس نقطۂ نظر میں مضر ہے۔

حدیث ——— (۴)

"المتعة البکر بمنزلة العیب علی اھلھا"

(ترجمہ) باکرہ سے متعہ کرنا اس کے خاندان کے لئے عیب کے موجب ننگ کا ہے یہ روایت بھی کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ پر درج ہے اور نیز "من لا یحضرہ الفقیہ" کہ شیعوں کے سلطان المحدثین ابن بابویہ القمی المعروف بہ شیخ صدوق کی مشہور عالم کتاب ہے اور جو

صحاح اربعہ کے نظام شمسی کا آفتاب ہے اس کے باب المتعہ میں یہ روایت بعینہٖ مرقوم ہے۔ کم و بیش اسی مضمون کی ایک اور روایت امام باقرؑ سے کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ پر منقول ہے: "لا بأس ان تمتع بالبکر مالم یفض علیہا فانہ کراہۃ العیب علی اہلہا" (ترجمہ) باکرہ عورت سے اور فائدے اٹھا لو مگر اس سے مجامعت نہ کرو کہ اس سے ہتک اس کے خاندان کی ہے۔ ان روایات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ متعہ دراصل فعل بد ہے اور اگر برا نہ ہوتا تو باکرہ کے ساتھ متعہ کرنا کیوں معیوب ہوتا۔ اور اس سے اس کے خاندان کو دھبہ کیوں لگتا حالانکہ باکرہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اس طرح تعریف کی گئی ہے: "تزوجوا الابکار فانہن اطیب شئی افواہا" (کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۴) رسالہ تنبیہ المنکرین کے صفحہ ۷۲ پر لکھا ہے کہ باکرہ سے متعہ کرنا مکروہ ہے "کیا باکرہ سے متعہ اس لئے مکروہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عصمت کو ایک مٹھی بھر جو یا ایک بوسیدہ چادر کے عوض فروخت کرنے کو تیار نہیں ہوتی اور "زوال شدہ" کو چونکہ مجامعت کا چسکا لگ چکا ہوتا ہے اس لئے وہ تو دہان سگ کی طرح ایک لقمہ پر بھی قناعت کر سکتی ہے حلت متعہ کی روایات کے وضاعین کو چونکہ اپنے مقلدین میں سہل العمل عام زنا کا اشاعت مقصود تھی۔ اس لئے انہوں نے غیر سہل الحصول عورتوں کو مکروہ قرار دے دیا تاکہ ان کے انکار سے تماشائی سانڈوں کے حوصلے پست نہ ہو جائیں۔ ورنہ باکرہ اور ثیبہ میں اس قسم کی تمسخر خیز تمیز لا یعنی ہے

باب سوم

دلائل شیعہ

اہل تشیع ایسے صاف حکم کے ہوتے ہوئے محض ہٹ دھرمی سے آیت "فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهٖ مِنْهُنَّ الخ" کو متعہ کی حلت میں قرار دیتے ہیں اور اپنے دعوے کو اس طرح ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آیۃ احل لکم ما وراء ذلکم سے حلال ہونا دونوں قسم کا ثابت ہوتا ہے نکاح دائمی ہو یا منقطع یعنی متعہ اور کہ بعد آیت مذکور کے از قبیل تخصیص بعد تعمیم جناب اقدس الٰہی حکم فرماتا ہے۔ "فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهٖ الخ"

(ترجمہ) یعنی وہ عورتیں کہ متعہ کرو تم ان سے پس دو تم انہیں مہر ان کے جن کا دینا واجب ہے۔

جواب :- اس امر میں شیعہ سنی علماء سب متفق ہیں کہ آیت "فانکحوا ما طاب الخ" میں جو احکام متعلق نکاح اور مہر کے مرقوم ہیں وہ از قبیل تعمیم ہیں کیونکہ ان میں بغرض جوازیت نکاح نہ تو محرمات ابدیہ کی کوئی تخصیص کی گئی ہے اور نہ مہر کے متعلق بصورت تعین رقم و بلا تعین رقم ادائیگی معاوضہ کی تخصیص کی گئی ہے۔ خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ احق قبل از مقاربت یا بعد از مقاربت کی میں آئے پس ایسے احکام از قبیل تعمیم عام ہوتے ہیں جن کے بعد ان کی تخصیص ضروری

چنانچہ نکاح کے متعلق محرمات ابدیہ کا تفصیلاً ذکر کر کے اللہ تعالیٰ از قبیل تخصیص فرماتا ہے: "واحل لکم ما وراء ذلکم" اور مہر کے متعلق بصورت تعین رقم اگر بعد مقاربت طلاق عمل میں آوے تو اللہ تعالیٰ از قبیل تخصیص فرماتا ہے۔ "فآتوھن اجورھن فریضۃ" اور اگر قبیل از مقاربت طلاق عمل میں آوے تو ارشاد باری تعالیٰ از قبیل تخصیص یوں صادر ہوتا ہے۔ "فنصف ما فرضتم" تخصیص تو ضروری تھی منکوحات کی اور ادائیگی مہر کی نہ کہ نکاح کی جس کی تخصیص تو حکم تعمیم میں ہی نکاح و ملک یمین کی صورت میں پہلے ہی مندرج ہے پھر تخصیص کی تخصیص فعل عبث ہے۔

جواب ۲: اگر حلت کا حکم موبد و موقت ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ حرمت کا بھی حکم موبد و موقت نہ ہو کیونکہ حرام و حلال دونوں الفاظ اضافی ہیں۔ جو صفات ایک کے لئے لازم ہیں وہ دوسرے کے لئے بھی لازم ہونے چاہئیں۔ خصوصاً جبکہ دونوں الفاظ ایک ہی مقام اور ایک ہی سلسلہ گفتگو میں استعمال کئے گئے ہوں۔ اگر یہ بات درست ہے تو ماں اور بہن بھی کبھی حرام موبد ہیں اور کبھی حرام موقت جو عبث محض ہے اغراض بحث کے لئے اگر مان بھی لیں کہ صرف حلت ہی کا حکم مدت معین اور غیر معین کے لئے مختص ہے اور آیۃ فما استمتعتم بہ الخ از قبیل تخصیص بعد تعمیم ہے اس لئے اس کا اطلاق صرف عقد متعہ پر ہی ہے تو شیعہ مذہب کے علماء ارشاد فرمائیں کہ ممتوعہ کو بعد مجامعت

اگر طلاق دی جائے تو اس کے لئے ادائیگی مہر کی نسبت سند قرآن کریم میں کہاں ہے۔

جواب ؛۔ محصنین کا مادہ حصن ہے جس کے معنی ہیں پناہ کے تو محصن کے لغوی معنی ہوئے اپنی پناہ میں لینے والے کے اور یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ جو شخص کسی کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے ۔ اس پر حتی الامکان دوسروں کا تصرف و قابو نہیں ہونے دیتا ۔ اب اس لغوی معنی کی مناسبت سے اس کے اصطلاحی معنی یہ قرار دیئے گئے کہ محصن وہ شخص ہے کہ جو کسی عورت کو جو اس پر حلال ہو سکتی ہے ۔ مال کے بدلے میں طلب کر کے اپنے گھر میں روک رکھے ۔ کہ اس پر کوئی اور شخص قابو نہ پا سکے ۔ یہی وجہ ہے کہ محصن شخص سے اگر زنا سرزد ہو تو اس پر وہ حد شرعی جاری کی جاتی ہے جس سے بڑھ کر اس کے حق میں اور کوئی سزا نہیں ہو سکتی وہ کیا ہے اس کا سنگسار کرنا اس لئے کہ جب اس کے قبضہ میں اس قسم کی عورت موجود ہے جس پر ہر دم اس کو پوری قدرت حاصل ہے اور کسی دوسرے شخص کو اس پر تصرف نہیں پہنچ سکتا ۔ اور اس قبضہ کی کوئی خاص حد بھی معین نہیں کہ اس مدت محدودہ کے بعد وہ قبضہ جاتا رہے بلکہ جس وقت تک دونوں کی عمر وفا کرے اس وقت تک اس کا تسلط قائم رہ سکتا ہے پھر اس حالت میں بھی اگر وہ کسی غیر عورت کی طرف توجہ کرے اور اس سے زنا کا مرتکب ہو ۔ تو اس کے اپنے تمام قیاسی ظاہری و باطنی سزا کی قابل ہیں ، جو سنگسار کے اندر کامل طور پر متحقق ہے ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس سے صرف شہوت کا پورا کرنا مقصود نہ ہو جس کو غیر مسافحین کا لفظ ادا کر رہا ہے۔ کیونکہ وطی کرنے سے اصلی مقصود توالد وتناسل ہے نہ فقط قضائے شہوت بلکہ مادۂ شہوت کے پیدا کرنے کا مقصود اعظم ہی خاص یہی ہے۔ کہ اس کے سبب سے اس حرکت کی طرف رغبت پیدا ہو۔ جس کے سبب سے توالد و تناسل کا عالم میں اجرا ہو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص وطی نساء سے صرف قضاء شہوت ہی مقصود رکھے تو اس میں شبہ نہیں کہ اس نے معاملہ برعکس کیا اور مقصود بالعرض کو مقصود بالذات بنا دیا۔ اس ہی بنا پر دخول فی الدبر دین محمدی میں قطعًا حرام قرار دیا گیا ہے کہ اس میں قضاء شہوت کے سوا توالد و تناسل کسی طرح پر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں شرطوں سے ادنٰے غور کرنے کے بعد صاحب طبع سلیم و فہم مستقیم پر صاف یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس مقام میں اللہ جل شانہٗ کا مقصود خاص یہی ہے کہ ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا چاہیئے نہ متعہ کیونکہ یہ امر بہ اتفاق فریقین محل کلام نہیں کہ متعہ والی عورت کا نہ تو جیتے جی تک گھر میں رکھنا منظور ہوتا ہے نہ اس سے توالد و تناسل مقصود ہوتا ہے۔ بلکہ ایک خاص مدت معین تک اس سے فقط شہوت رانی ہی مطلوب ہوتی ہے۔ اس ہی وجہ سے مطلب حاصل ہونے کے بعد اس سے انقطاع کلی ہو جاتا ہے۔ غرض اس میں شک نہیں کہ اس آیت میں خاص وہی عورتیں مراد ہیں کہ جن کے ساتھ نکاح کیا جائے۔ نہ متعہ۔ دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ لفظ "مَا اسْتَمْتَعْتُمْ"

کے سرے پر فاء تفریع و تعقیب کا حرف ہے۔ نہ واؤ کا جو بالتصریح اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کلام پہلے کلام کے متعلق بلکہ اس ہی کا ایک جز ہے۔ اگر یہ کلام مستقل ہوتا تو اس کے سرے پر واؤ کا ہونا مناسب تھا۔ تیسرے یہ ہے کہ لفظ مِنْهُنَّ مضمر واقع ہے۔ نہ مظہر جس سے یہ امر مخفی شیعہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس آیت میں ضمیر نساء کا مرجع فقط وہی خاص نساء ہیں جن کا نکاحی ہونا پہلی آیت میں ثابت کیا گیا ہے نہ وہ عورتیں جو متعہ نا مشروع کے ذریعہ سے صرف شہوت رانی کے لئے تصرف میں لائی جاتی ہیں۔ چوتھے یہ ہے کہ اس تمام کلام ہدایت التیام کا اختتام اس خالق علام نے اپنے علیم و حکیم ہونے پر کیا ہے جو اس امر کی جانب نہایت خوبی کے ساتھ اشارہ کر رہا ہے کہ نکاح کے واسطۂ حسنہ کی بدولت مردوں کو عورتوں پر جو کامل تسلّط حاصل ہوتا ہے جس کا بقا کسی مدت معین تک محدود نہیں ہوتا بلکہ تا دم زیست زوجین باقی رہ سکتا ہے اور ان سے فقط شہوت رانی ہی مطلوب نہیں ہوتی بلکہ اصلی مقصود توالد و تناسل ہوتا ہے تو یہ خاص اس علام الغیوب و حکیم علی الاطلاق کے علم و حکمت کا تقاضا ہے۔ اس میں جس قدر مصلحتیں متضمن ہیں وہ اس کے خلاف صورتوں میں متحقق نہیں ہو سکتیں چنانچہ یہ امر ظاہر ہے کہ جس نیک بخت بی بی کے یہ امر خوب ذہن نشین ہو کہ بلا کسی ضرورت و عذر قومی کے جیتے جی تک شوہر سے اس کا ساتھ نہ چھوٹے گا۔ بلکہ بشرط خاتمہ بالخیریت، بہی بھی دونوں میاں بی بی

کا جوڑا نہ ٹوٹے گا۔ اگر اس کا شوہر مر جائے گا تب بھی اس کے ترکہ سے میراث کا معقول حصہ لے گی۔ بنا بریں زوجین کی الفت ومؤانست کا رشتہ غیر منقطع ثابت ہوگا۔ بخلاف متعہ کے کہ اس میں نہ نان ونفقہ اور نہ میراث۔ اسے کیسے الفت ومؤانست میں لایا جا سکے گا۔

جواب ۴: جب تک شیعہ علماء اس جگہ کے لئے کوئی معقول یا غیر معقول وجہ تخصیص بیان نہیں فرمائیں گے۔ ہمیں ہر طرح سے حق حاصل ہوگا کہ قرآن مجید میں جہاں لفظ حلال استعمال ہوا ہے ہم اس کے معنی بھی حلال موبد اور حلال موقت کے لیں۔ سورۂ مائدہ میں ہے" احلت لکم بھیمۃ الانعام" تو اس کے معنی یہ ہونے چاہئیں کہ چارپائے تمہارے لئے مدت معین اور مدت غیر معین کے لئے حلال ہیں۔ ہمارے ملک میں موسم گرما میں گوشت کھانا عموماً مضر صحت ہوتا ہے حالانکہ سرد ممالک میں بلا ضرر سال بھر یہی کھایا جاتا ہے اس لئے ہمارے واسطے تو گوشت حلال موقت ہے۔ اور یورپین لوگوں کے لئے حلال موبد۔ پھر اسی سورہ میں دوسری جگہ ہے۔" احل لکم صید البحر" (ترجمہ) تمہارے لئے حلال ہے بحری شکار تو کیا اس کے یہ معنی ہوتے کہ مچھلیاں وغیرہ کبھی حلال موقت ہیں اور کبھی حلال موبد۔ حلال موبد وحلال موقت کی تقسیم شیعہ نے بقائمی ہوش وحواس کی تھی یا متعہ کے نشہ وخمار میں۔

جواب ۵: ان الزامی جوابوں کے بعد ہم تحقیقی جواب دینا چاہتے ہیں جو آیۃ مذکور کی ترکیب ومعانی کے لحاظ سے ہو۔ ہم اگر آیہ فما استمتعتم بہ الخ

پر از روئے ترکیب و معانی تنقید کریں اور پھر اسے سباق و سیاق عبارت کی روشنی میں پڑھ کر دیکھیں تو اس کے معنی حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔ اس آیت میں " فا حرف تفریع و تعقیب کا ہے۔ اس لئے بروئے قواعد نحو مضمون ماقبل و مابعد کو جو اصل و فرع ہیں۔ اکٹھا پڑھنا چاہیئے لفظ "ما" اسم موصول ہے جو بلحاظ لفظ کے واحد مذکر اور بلحاظ معنی کے جمع مؤنث ہے اور اس جگہ مترادف ہے " احل لکم ما وراء ذلکم" کے "استمتعتم" بمعنی "استمتعتم" ہے جس کی ضمیر راجع ہے طرف یایھا الذین آمنو کے اور "اتوھن" و "آتوھن" و "اجورھن" کی ضمیریں راجع ہیں طرف "ما" بلحاظ معنی کے "اجورہن" کے معنی "مہورہن" جیسا کہ آیت کے آگے مذکور ہے۔

" فانکحوھن باذن اھلھن واتوھن اجورھن" یا جیسے آیت ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن میں ہے۔ یا جیسے سورہ احزاب میں ہے و انا احللنا لک ازواجک اللاتی اتیت اجورھن یا جیسے سورۃ مائدہ میں ہے احل لکم .... غیر مسافحین" پس آیت فما استمتعتم الخ کو آیات ماقبل و مابعد سے غیر منقطع رشتہ ہے اور اسے ابتدائے کلام پر محمول کرنا صریحاً باعتبار عربیہ باطل ہے۔

اس آیت کو ماقبل و مابعد کے ربط سے پڑھا جائے تو عبارت اس

طرح پر ہوگی۔ اے ایمان والو...... مت نکاح کرو ان عورتوں سے جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا تھا۔ حرام ہیں تم پر واسطے نکاح کے تمہاری مائیں۔ تمہاری بیٹیاں...... اور ان کے علاوہ اور سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ بشرطیکہ مہر کے بدلے ان سے نکاح کرنے والے ہو نہ کہ زنا کرنے والے۔ پس جب ان (منکوحہ عورتوں) سے فائدہ اٹھالو۔ (یعنی جماع کر لو، کیونکہ بعد نکاح کے سوائے مجامعت کے اور کوئی تمتع حاصل ہو ہی نہیں سکتا) تو ان منکوحہ عورتوں کو ان کے مقرر کردہ مہر ادا کر دو۔ اور حرج نہیں ہے۔ اگر مقرر کئے پیچھے مہر کو کم و بیش کرنے پر باہم راضی ہو جاؤ۔

قرآن حکیم میں یہی ایک آیت ہے جسے خواہ مخواہ شیعوں نے حلت متعہ کے حق میں تصور کر رکھا ہے کیونکہ اس میں لفظ "استمتعتم" استعمال ہوا ہے۔ اس آیہ کریمہ کے جو معنی ہم نے اوپر درج کئے ہیں اس پر یہ اعتراضات فریق مخالف نے پیش کئے ہیں۔

سوال:۔ اگر اس آیۃ کو متعہ پر محمول نہ کیا جائے تو نظم قرآنی میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی نے تینوں نکاح بالترتیب بیان کئے ہیں (اول) فانکحوا ماطاب الخ میں نکاح دائمی کا ذکر کیا ہے اور پھر "فما استمتعتم الخ" میں نکاح متعہ کا اور بعد اس کے "فمن ما ملکت ایمانکم الخ" میں لونڈیوں کے نکاح کا ذکر کیا ہے۔ (برہان المتعہ)

جواب:۔ آیۃ فانکحوا ما طاب الخ میں جہاں خداوند کریم نے ایک طرف زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے اور دوسری طرف بصورت خوف اسقاط انصاف "فواحدۃ" کا حکم دیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ ان کو دے دو "صدقتھن نحلۃ" ان کے مہر خوشی سے نکاح کرنے اور حق مہر دینے کے ان اجمالی احکام کے بعد اگر کوئی چیز اشد ضروری ہے تو یہ ہے کہ ان امور کی مفصل تشریح ہو جائے کہ نکاح کیا جائے تو کن کن عورتوں سے اور کس طرح ؟ اور اگر حق مہر دیا جائے تو کب ؟ کن کن کی تشریح "حرمت علیکم" سے لے کر "واحل لکم ما وراء ذلکم" تک اور کس طرح کی توضیح "ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین" میں کر کے اللہ تعالیٰ حق مہر کے متعلق مفصل حکم دیتا ہے "فما استمتعتم الخ" اگر تم نے منکوحات سے مجامعت کر لی ہے تو ان کو پورا مہر مقرر کردہ ادا کر دو۔ لیکن اگر باہم رضا مندی سے کم و بیش کر لو تو جائز ہے یہاں تک تو خدائے علیم نے کافۃ الناس کے لئے عام قاعدہ کلیہ مقرر کر دیا ہے جو ہر شخص پر اس کے معمولی حالات میں عائد ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص غیر معمولی طور پر فلاکت زدہ ہے کہ وسعت آزاد عورت سے نکاح کرنے کی نہیں رکھتا لیکن اسے ضرورت نکاح کی اس حد تک ہے کہ اگر وہ نکاح نہ کرے تو اسے اندیشہ گناہ کر بیٹھنے کا ہے "لمن خشی العنت منکم" تو ایسے استثنائی شخص کے لئے استثنائی حالات کے

ماتحت اللہ پاک نے مسلمان لونڈی کے ہمراہ نکاح کرنے کی اجازت دی ہے لیکن اس اجازت کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا ہے کہ اگر ایسا نہ کرو اور صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔

اگر اغراض بحث کے لئے آیہ کریمہ "فما استمتعتم الخ کو عقد متعہ پر محمول کریں تو چونکہ متعہ شیعوں کے ہاں آزاد عورت سے بھی ہو سکتا ہے اور لونڈی سے بھی اس لئے نظم قرآنی اس امر کی متقاضی تھی کہ نکاح حرہ کے بعد نکاح مملوکہ کا ذکر آتا اور پھر دونوں سے متعہ کا حکم دیا جاتا اور قرآن کی ترتیب عقد شرعیہ اس نہج پر ہوتی " نکاح دائمی کرو آزاد عورت سے یا لونڈی سے"؛ موجودہ صورت میں تو ترتیب یہ ہے "نکاح دائمی یا متعہ کرو آزاد عورت سے اور نکاح دائمی کرو لونڈی سے" لیکن متعہ لونڈی سے خارج از حکم متعہ ہے جو عقائد شیعی کے برخلاف ہے اندریں صورت ارباب بصیرت اس امر کا فیصلہ کریں کہ خرابی نظم قرآنی میں شیعوں کی تاویل سے پیدا ہوتی ہے یا ہماری تاویل سے۔

سوال :۔ اگر "استمتاع" کے معنی عقد متعہ کے نہ ہوں تو لامحالہ یا تو اس کے معنی مجامعت کے ہوں گے یا نکاح دائم کے بصورت اوّل بدون مجامعت خاوند کے ذمہ کچھ بھی مہر دینا واجب نہ ہونا چاہیئے۔ حالانکہ نصف مہر بعد طلاق قبل از دخول واجب ہے اور بصورت ثانی کل مہر بنفس عقد نکاح واجب ہونا چاہیئے۔ حالانکہ بمجرد عقد نکاح کل مہر کا دینا کسی طرح بھی واجب نہیں ہے۔ (تفسیر مجمع البیان۔ برہان المتعہ۔ تنبیہ منکرین)

جواب :۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ استمتاع سے وقاع (مجامعت) مراد ہے۔ اور یہ نکاح دائم پر متفرع ہے مگر اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ عدم وقاع کی صورت میں طلاق قبل از دخول سے مہر بھی لازم نہ آئے گا۔ آخر اس لزوم عدم لزوم کی دلیل کیا ہے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے۔ "وان طلقتموھن...... فنصف ما فرضتم" اور صورت ثانی ہم نے کبھی تسلیم ہی نہیں کی۔ ہمارا تو دعوی یہی ہے کہ "استمتاع" کے معنی وقاع و خلوت صحیحہ کے ہیں۔ اس لئے کہ قید نکاح تو خود محصنین سے ثابت ہے کیونکہ تحلیل "ما وراء" محرمات ابدیہ میں شرط نکاح ملحوظ نہ ہو تو بلا نکاح کے نفس تحریم میں محرمات ابدیہ و غیر ابدیہ سب برابر ہیں۔ پس نکاح کی حلت کے کوئی معنی نہیں تو اب نکاح پر احکام نکاح کی تفریع صحیح ہو گی جس کے لئے لفظ فا موضوع ہے اور اگر عقد نکاح مراد ہو جیسا کہ شیعہ قائل ہیں تو تفریع بے سود اور بالکل بے معنی ہو جائے گی کیونکہ تفریع میں متفرع علیہ کے ساتھ تعلق اور مغائرت ضروری ہے حالانکہ نکاح کی قید پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی۔ پس نکاح پر تفریع نکاح کے کوئی معنی نہیں ورنہ وحدت متفرع و متفرع علیہ لازم آئے گی۔ اسی طرح تعقیب الشی عن نفسہ باطل ہے۔ اور عقد متعہ ہونے کی صورت میں ما بعد حرف "فا" کو ما قبل سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

اس جگہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ خلوت صحیحہ کس دلیل سے انالہ در ہم وقاع کی مترادف تصور کی گئی ہے۔ اس کا ازالہ یوں ہے۔ خلوت صحیحہ

کے بعد عورت کی طرف سے تسلیم متحقق ہو جاتی ہے۔ اب عدم وقاع میں اگر قصور ہے تو زوج کا ہے مطابق لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ زوج کے قصور کی وجہ سے غریب زوجہ کیوں نقصان اٹھائے۔ یا بائع اگر بیع کو مشتری کے حوالہ کر دے تو اس سے نفع اٹھانا اس کو استعمال میں لانا مشتری کا کام ہے اس کے عدم استعمال سے بائع کیوں بدل مبیع سے محروم کیا جائے اور چونکہ بعد خلوت صحیحہ تحقیق وقاع عادۃ کثیر الوقوع ہے۔ اور نیز وہ منجملہ دواعی وطی کے اقرب الی الوطی ہے اس کو قائم مقام وطی کر دیا اور دواعی وطی کا قائم مقام ہونا قرآن مجید سے بھی مفہوم ہوتا ہے۔ وان طلقتمو النساء مالم تمسوھن الخ اس آیت میں وطی و دواعی وطی کو "مس" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ "مس" کے معنی بھی جماع کے نہیں ہیں۔ علاوہ اس کے شرطیہ وقاع کی صورت میں کوئی شریر النفس خلوت میں اپنا کام نکال کر مہر دینے کے ڈر سے انکار کر سکتا ہے لیکن اس کے برعکس خلوت صحیحہ کی صورت میں اس کا انکار بوجہ شہادت ورد یت اغیار قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔

جواب ۲:- ایسا اعتراض آج تک دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔ اعتراض تو بعینہٖ ایسا ہے جیسے کوئی اس قانون سے کہ جو کوئی قتل عمداً کرے گا اس کو پھانسی کی سزا دی جائے گی۔ یہ نتیجہ اخذ کرے کہ قتل عمد نہ کرنے والے کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ حالانکہ قتل عمد نہ کرنے میں اول

میں ضارب الشدید بھی ہو سکتے ہیں جن کے لئے جداگانہ سزائیں مقرر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحبان کو شرع تو شرع ہندوستان کے دیوانی قانون معاہدات سے مطلقاً مس ہی نہیں ہے۔ معاہدہ کے تین مراحل ہیں۔ اقرار، تکمیل معاہدہ اور تعمیل معاہدہ اقرار قابل مواخذہ نہیں کیونکہ اس میں فریق اول کی طرف سے قبولیت نہیں ہوتی۔ تکمیل معاہدہ میں ایجاب بھی ہوتا ہے اور قبول بھی۔ لیکن فریقین کی طرف سے اپنے اپنے مقرر فرائض کی ادائیگی عمل میں نہیں آتی۔ اور تعمیل معاہدہ میں فرائض کی ادائیگی پر فریقین یا کم از کم ایک فریق عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ مقدم الذکر صورت میں اندیشہ نقصان کم اور مؤخر الذکر صورت میں اندیشہ نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص معاہدہ کی تکمیل کے بعد اس کو فسخ کر دے تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ منسوخ کنندہ معاہدہ بطور ہرجانہ کچھ ادا کیوں نہ کرے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے تکمیل معاہدہ نکاح کے بعد تنسیخ ہرجانہ "فنصف ما فرضتم" فرمایا ہے اور تعمیل معاہدہ نکاح کے بعد تنسیخ ہرجانہ "اجورھن فریضۃ" مقرر کیا ہے۔ طلاق قبل از دخول کی صورت میں چونکہ عورت کی محض عفت ریزی ہوتی ہے۔ اس لئے نصف مہر کی سزا مقرر ہے لیکن مجامعت کے ساتھ چونکہ عصمت دری وقوع پذیر ہوتی ہے اس لئے کامل مہر کی سزا کا حکم دیا جاتا ہے۔

سوال۔ چونکہ "استمتاع" کے حقیقی لغوی معنی مطلق انتفاع ہے

اس لئے اخذ وقاع مجاز ہے۔ اور حقیقت کو چھوڑ کر مجاز سے متمسک ہونا ناجائز ہے۔

جواب:۔ استمتاع سے وقاع کو مجاز کہنا عقل و فہم پر ستم کرنا ہے۔ استمتاع بالنساء کا فرد کامل بلکہ فرد مخصوص بجز وقاع کے اور کیا ہے جس کو حقیقت کہیں۔ بلکہ اگر استمتعتم کے صلہ کو خیال کیجئے اور الباء للالصاق کا قاعدہ ملحوظ رکھیئے تو وقاع کی اور تعین ہو جاتی ہے بلکہ اگر وقاع کو استمتاع سے مجاز بھی کہیں۔ حالانکہ مجاز کہنا یقیناً غلط ہے البتہ مشترک معنوی ہو سکتا ہے تاکہ قرینہ الصاق موجب تعین وقاع ثابت ہے اگرچہ قرائن عقلیہ کے ہوتے ہوتے قرائن لفظیہ کی ضرورت نہیں ہے ایک طرف تو نکاح کے لئے محرمات وغیرہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ آخر نکاح سے مقصود کیا ہے دوسری جانب "نساؤکم حرث لکم" ارشاد ہوتا ہے۔ پس کوئی کاشتکار ایسا ہوا ہے کہ بے جوتے بوئے کھیت کو محض دیکھ کر پیداوار کا امیدوار رہا ہو۔ پھر نکاح حرائر کے بعد نکاح آماء کو بیان کر کے فرماتا ہے۔ "ذالک لمن خشی العنت منکم" کہیں پانی دیکھنے سے پیاس بجھتی ہے اور زوجہ کے دیکھنے سے شبق کا علاج ہوا ہے۔

سوال:۔ اگر اس آیت سے مراد متعہ ہوتی تو بجائے اجورھن کے "صدقتھن" یا "مھورھن" لکھا ہوتا۔ جیسا کہ دوسری جگہوں پر انہیں الفاظ سے اس مفہوم کو ادا کیا گیا ہے۔ (تنبیہ المنکرین)

جواب:۔ قرآن حمید میں "اجورھن" جس جگہ بہ قرینہ نکاح استعمال ہوا ہے وہاں یہ مہورہن ہی کی جگہ استعمال ہوا ہے ملاحظہ ہو (۱) فانکحوھن باذن اھلھن وآتوھن اجورھن پ۵ ع (۲) لاجناح علیکم ان تنکحوھن اذا آتیتموھن اجورھن پ۲۸ ع ۸ (۳) انا احللنٰک ازواجک التی آتیت اجورھن پ ۲۲ ع ۳ (۴) والمحصنت من المومنات .... اذا آتیتموھن اجورھن پ ۶ ع ۴ نہ صرف "اجور" ہی بجائے مہر کے استعمال ہوا ہے۔ اللہ پاک نے "متاع" کو بھی اس معنی میں کئی جگہ استعمال کیا ہے "ومتعوھن علی الموسع قدرہ الخ" (ترجمہ) اپنی وسعت کے اندازہ سے ان کو مہر دے دو۔

سوال:۔ اس آیۃ کریمہ کے حکم میں نکاح اور متعہ دونوں شامل ہیں۔ کیونکہ لفظ استمتاع میں دونوں مطلب شامل ہیں خواہ استمتاع بصورت تابید ہو یا بہ نہج توقیت۔ پس جبکہ دونوں قسمیں اس حکم میں شامل ہیں تو متعہ ثابت ہے۔

جواب:۔ شیعہ صاحبان ایک طرف تو اس آیت کو نکاح اور متعہ دونوں پر شامل تصور کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کا نزول خاص متعہ میں تسلیم کرتے ہیں اور اس کو ثبوت متعہ میں نص ٹھہرانے کے لئے قرأت شاذہ و روایات مجہولہ سے "الی اجل مسمی" بڑھاتے ہیں پس دو ہی صورتیں ہیں یا تو بقول اہل سنت جو قرآن مجید کو کامل

مکمل مانتے ہیں، یہ آیت مثبت متعہ نہیں ہے یا بقول قائلان تحریف فی القرآن خاص درباب متعہ ہے۔

"فالجمع بین القولین کالرکوب علی السفینتین" ان دو اقوال کا جمع کرنا دو کشتیوں میں پاؤں رکھنے کے برابر ہے جو لغو محض ہے

سوال:۔ یہ آیت حلت متعہ ہی میں مقصود ہے کیونکہ ابی ابن کعب و عبداللہ بن عباس کی قرأت پر ثابت ہے۔ لہذا حلت متعہ پا جماع امت ثابت ہے۔

جواب:۔ اگر اس کے مطابق فقرہ الی اجل مسمی اس آیت میں ہے اس کی قرأت پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ پس اجماع امت اس قرأت پر جمہور صحابہ کا اتفاق ہوتا اور وہ اس کو جزو قرآن سمجھتے تو ضرور یہ فقرہ داخل قرآن مجید رہتا اور ہرگز خارج نہ کیا جاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب فاروقؓ ضرور اس کو داخل قرآن رہنے دیتے۔ کیونکہ جمع قرآن کے وقت تو حضرت عمرؓ بقول شیعہ منکر متعہ بھی نہ تھے۔ تاکہ یہ شبہ ہو کہ اپنی بات کی پچ میں ایسا کیا انکار تو اپنی خلافت کے عہد میں کیا ہے تو جب اس قرأت پر اجماع امت ثابت نہیں بلکہ اس کے جزو قرآن نہ ہونے پر اجماع امت ہوا تو نتیجہ یہ نکلا کہ حرمت متعہ پر اجماع امت ہے جب خود علامہ مجلسی اس قرأت کو قرأت شاذہ کہتے ہیں۔ پھر بات ہی کیا رہی کہ جس پر اس قدر شد و مد سے کہا جاتا ہے کہ اس قرأت پر اجماع جمہور امت ہے۔

سوال :۔ آیت ہذا میں بمجرد ابتغاء بمال استمتاع مذکور ہے اور بعد ازاں اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ بعد استمتاع اجرت مقررہ ان کو دے دو اور یہ اس امر پر دال ہے کہ بمجرد ابتغاء بمال جماع جائز ہے اور یہ صورت صرف عقد متعہ ہی میں متصور ہے کیونکہ نکاح دائم میں یہ حالت یعنی جماع بمجرد ابتغاء بمال درست نہیں۔ نکاح دائم بغیر حاضری گواہ و اجازت ولی منعقد نہیں ہو سکتا۔ اور بغیر عقد کے جماع جائز نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس آیت کو نکاح دائم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ متعہ ہی سے متعلق ہے۔

جواب ا:۔ یہ اعتراض تو بالکل بے معنی اور خبط بے ربط ہے بلکہ مذہب کے بھی مخالف ہے کیونکہ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ آیہ کریمہ میں مجرد ابتغاء بالمال مذکور ہے بلکہ ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین" میں چار شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ اول "ابتغاء" یعنی زبان سے ایجاب و قبول کرنا اگرچہ "لغتاً" اس لفظ کے معنی مطلق طلب کے ہیں مگر طلب منویہ تو بالاتفاق معتبر نہیں۔ علاوہ اس کے مال کا مقابلہ اسی عقد باللسان کو مقتضی ہے کیونکہ لین دین کا معاملہ بلا گفت و شنود و تراضی طرفین طے نہیں ہو سکتا۔

دوم "مال" یعنی مہر و نفقہ دینا منظور ہو۔ سوم ارادہ احصان یعنی تزویج

و در قرأت شاذہ منقول است از عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ ایشاں رسالہ متعہ ص۱۲

مقصود ہو. چہارم نفی "سفاح" یعنی نفس قضائے شہوت مقصود نہ ہو
پس ان دلائل کے رو سے آیہ کریمہ کو مجرد ابتغاء بالاموال میں منحصر سمجھنا
بالکل غلط ہے یہی وجہ ہے کہ ابتغاء بالمال کے بعد "محصنین" بڑھایا
گیا کیونکہ مجرد ابتغاء بالمال تو زنا میں بھی ہوتا ہے (بازاری رنڈی بھی تو سوائے
روپے کے اور کیا چاہتی ہے) پھر تاکید "غیر مسافحین" سے فرمائی
یعنی مال خرچ کرنے سے شہوت رانی مقصود نہ ہو جیسا کہ زنا میں ہوتا
ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو ان دو قیدوں سے متعہ و زنا دونوں باطل
ہوگئے کیونکہ متعہ سے ثبوت احصان نہ ہونا مسلمہ شیعان ہے باقر مجلسی
رسالہ متعہ کے فصل حدود میں لکھتے ہیں "محصن کسے است کہ اورا فرج
حلال باشد دائمی یا بملک کہ صبح و شام باو تواں رسید اگر نکاح
متعہ داشتہ باشد موجب احصان نیست اور تقریر ماسبق سے بمجرد
ابتغاء بمال جواز جماع بھی باطل ہوگیا کیونکہ یہ بات تو فقط زنا میں متصور ہے
یہ کہنا بھی بقاعدہ شیعان غلط ہے کہ نکاح دائم بغیر چار گواہان
و اجازت ولی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ باقر مجلسی کے رسالہ فقہ کے باب
النکاح میں ہے "شرط نیست گواہ در ہیچ نکاح پس اگر منہاں کنند و
آنرا پوشیدہ دارند صحیح باشد اور ثابت نیست ولایت ایشاں
بر زنان بالغ رسیدہ و اگرچہ بکر باشد۔

سوال:۔ آیہ کریمہ میں بمجرد استمتاع اجرت دینے کا حکم ہے
اگر استمتاع نہ ہو تو اجرت نہیں نکاح دائم میں خواہ استمتاع واقع ہو

یا نہ ہو نکاح کے بعد نصف مہر دینا لازمی ہے۔ نیز شریعت میں نکاح و استمتاع میں فرق ہے۔ (یعنی استمتاع تلذذ کا نام ہے اور مجرد نکاح تلذذ نہیں) پس ثابت ہوا کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں ہے۔

جواب:۔ استمتاع کے بعد اجر دینے کا حکم ہے اور کل اجر کا جیسا کہ لفظ "فریضہ" سے عیاں ہے مگر اس کے برعکس نفس عقد سے کل مہر کا ادا کرنا لازم نہیں اور جب شریعت نے نکاح و استمتاع میں فرق کیا اور استمتاع تلذذ کا نام ہے اور بعد استمتاع ادائے مہر کامل کا حکم دیا ہے تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ پھر آیت سے متعہ کس طرح ثابت ہوگیا بلکہ جب نفس متعہ استمتاع نہیں اور بلا استمتاع مہر کامل واجب نہیں تو یہی آیت بطلان متعہ کے لئے کافی ہے کیونکہ برخلاف آیۃ کریمہ متعہ میں نفس عقد سے ادائے مہر کامل واجب ہوجاتا ہے۔ چنانچہ باقر مجلسی رسالہ فقہ کے باب المتعہ میں لکھتا ہے: "بمجرد عقد تسلیم واجب میشود الخ" یعنی بمجرد عقد متعہ تفویض اجر لازم ہے۔ اور شیعوں کی یہ توجیہ اسلامی قانون اجارہ کے بالکل منافی ہے۔ اجارہ متعہ کیا عجیب اجارہ ہے جس میں بلا کام کے صرف نفس معاملہ پختہ ہوجانے سے پوری اجرت دے دینی لازم ہوجاتی ہے۔

سوال:۔ اگر اس آیت کو نکاح مطلق کے متعلق مانا جائے تو ایک ہی صورت میں دو دفعہ ایک ہی حکم کا صدور ماننا پڑے گا۔ پس رفع تکرار ضروری ہے لہذا یہ آیت متعہ کی نسبت ہے۔

جواب:- یہ بھی بالکل باطل ہے کیونکہ آیہ "فانکحوا ما طاب لکم الخ" میں استمتاع کی قید اور کل مہر کا دینا مذکور نہیں ہے وہاں "صدقتھن نحلۃ" اور یہاں "اجورھن فریضۃ" ہے۔ ان دونوں آیتوں کو ہم معنی قرار دینا اگر حماقت مطلق نہیں تو کیا ہے۔ اور اگر اس کو خیال کیجیے کہ کلام مقید میں حکم قید پر ہوتا ہے تو اور بھی مطلب صاف ہو جاتا ہے کہ پہلی آیت میں "نحلہ" قید واقع ہے اور سوق کلام بھی اس کے لیے ہے اور دوسری آیۃ میں "فریضۃ" قید واقع ہے اور سوق کلام بھی بیان ادائے فریضہ یعنی مہر کامل کے لئے ہے۔

نیز پہلی آیت کے مخاطب اولیائے زوجہ ہیں اور دوسری میں بالاتفاق ازواج۔ پہلی آیت میں اولیائے زوجہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ان کے وصول کردہ مہروں میں تعرض نہ کریں۔ ہاں اگر عورتیں خود خوشی سے کچھ انہیں دے دیں تو وہ ان کا حق ہے۔ اور دوسری میں مقررہ مہروں میں کمی بیشی کے متعلق حکم خداوندی ہے۔

ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ" کیونکہ تراضی طرفین کی وہیں ضرورت ہوتی ہے جہاں کہیں دو شخصوں میں کوئی معاملہ ہے اور ولی زوجہ کا مہر کے درمیان کوئی معاملہ ہی نہیں جس میں تراضی کی حاجت ہو ہر چند یہ آیت جسے شیعہ متعہ کے جواز میں پیش کرتے ہیں۔ الٹا اس سے حرمت متعہ ثابت کرتی ہے۔

سوال :۔ ہمارے نزدیک نکاح کی دو قسمیں ہیں (۱) نکاح موقت (۲) نکاح غیر موقت۔ نکاح موقت کا دوسرا نام متعہ ہے جب یہ متعہ نکاح کے اقسام میں ہے تو پھر اعتراض کیوں۔

جواب :۔ یہی تو ہم کہتے ہیں کہ ایک حرام فعل "زنا" کا نام بدل کر حلال بنا یا گیا ہے یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی کہے کہ شراب دو طرح ہے ایک مؤبد اور دوسرا موقت۔ جو موقت ہے وہ حلال ہے اور دلیل کچھ بھی نہ ہو اور صرف نام بدلا جائے۔ ایسے ہی یہی متعہ ہے کہ اسے نکاح کے اقسام سے شمار کرنا بوالہوسی نہیں تو اور کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے نزدیک متعہ میں اور کنجری کے کوٹھے پر جانے میں صرف لفظی فرق ہے۔ جس طرح کنجری سے کچھ روپے کے عوض ایک رات یا دو رات کے لئے معاہدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح متعہ میں ہوتا ہے۔ گویا شراب ایک ہی ہے صرف لیبل بدل گیا ہے۔ اس لئے گذارش ہے کہ متعہ کرنا وہی زنا ہے۔ صرف لفظ کا فرق ہے البتہ یہ بات دوسری ہے کہ شیعہ مذہب میں متعہ بھی نکاح کی طرح ایک عقد ہے اور یہ بات شیعہ مذہب کے مطابق بالکل ٹھیک کہتے ہیں جیسے ہندو بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں نکاح قاضی پڑھاتا ہے اور ہمارے ہاں پھیرے پڑتے ہیں۔ غرضیکہ متعہ ہو یا عقد یا پھیرے ان میں جو بھی فرق ہوگا وہ اپنے اپنے مذہب کے مطابق ہوگا۔ ایک کی نظر میں ان سب میں کچھ فرق نہیں۔ یہی حال متعہ اور نکاح کا ہے۔ شیعہ کے ہاں متعہ جائز ہے

ہمارے ہاں یہ زنا ہے۔ یہ تو اپنا اپنا مذہب ہے۔ شیعہ کو متعہ مبارک ہو ہمیں نکاح اس میں ہمیں کیا اعتراض ہے۔

غرضیکہ ہم نے تو عوام کو صرف اسی قدر بتایا تھا کہ شیعہ مذہب میں زنا اور متعہ ایک شے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب کو قائم دائم رکھنے والا یہ ہی متعہ ہے اگر یہ نہ ہو تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دنیا میں شیعہ مذہب کا وجود ہی نہ ہو کیونکہ شیعہ مذہب کی ساری بہار ہی متعہ میں بند ہے اور اس کی عظمت و رفعت کا یہ عالم ہے کہ متعہ کرنے والے کو امام حسینؓ بلکہ حسنؓ بلکہ علیؓ بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مل جاتا ہے (برہان المتعہ ص۵۰)

واقعی جب امام حسینؓ کا درجہ مل جائے تو اس سے بڑی دنیا میں اور کونسی چیز ہے۔ معاذ اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

متعہ نکاح نہیں زنا ہے

مذکورہ بالا مختصر جواب کے بعد اب تفصیل سنیئے۔ متعہ خالص زنا ہے یہ کسی صورت میں بھی زنا کی کیفیت سے خارج اور نکاح کی صورت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ متعہ و زنا میں تقیہ اور جھوٹ کی طرح صرف نام کا فرق ہے۔

نقشہ ھذا غور سے دیکھئے!

نمبر شمار	نکاح اور اس کی شرائط و لوازمات	زنا یا متعہ
۱	ضروری ہے کہ جن عورتوں سے وطی درست ہو سکتی ہے اس سے نکاح کے وقت ایجاب و قبول تعیین مہر اور دو گواہ کم از کم ضرور ہوں۔	[1] زنا اور متعہ بھی چوری چھپے ہوتا ہے۔
۲	چار سے زائد کسی وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں۔	ان گنت سودا جس کا جتنا جی چاہے اگرچہ ہزاروں سے ہو۔ کافی ص ۱۹۱ ج ۲
۳	منکوحہ کو کسی خاص وقت تک نکاح میں رکھنے کا قصد نہ ہو۔	ایک وقت مقرر اسکے بعد یہ جا وہ جا۔ جامع عباسی ص ۱۳۵
۴	شوہر کی وفات کے بعد میراث کا حق ضروری ہے۔	زنا یا متعہ میں میراث نہیں ہوتی۔ الروضۃ البہیہ ص ۲۸۶
۵	نکاح میں توالد و تناسل مقصود ہوتا ہے۔	صرف شہوت رانی اور ہوس بجھانا۔ الروضۃ البہیہ ص ۲۸۶
۶	عورت منکوحہ پہ طلاق کا وقوع	متعہ میں طلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ الروضۃ البہیہ

[1] ان سب کے متعلق حوالہ جات تفصیلی طور پر گذشتہ صفحات میں دیکھئے۔

نمبر شمار	نکاح اور اس کے شرائط و لوازمات	زنا یا متعہ
۷	شوہر کی وفات کے بعد یا بعد طلاق منکوحہ کی عدت	متعہ میں عدت کیسی ضیاء العابدین ص ۲۶۱
۸	مدت نکاح میں نان و نفقہ وغیرہ ضروری	نہ نان و نفقہ نہ اور لوازمات زوجیت صرف وہی خرچ کافی ہے ضیاء العابدین ص ۲۶۱
۹	نکاح کرنے کے بعد جماع یا خلوت صحیحہ سے مرد و عورت کو احصان حاصل ہو گیا کہ ان سے زنا ہو جائے تو سنگسار کئے جائیں گے۔	جب سودا ہی چوری چھپے ہوا ہے تو سنگساری کا حکم کیسا۔
۱۰	نکاح کے بعد عورت اپنے شوہر کے نام منسوب ہوتی ہے۔	زنا اور متعہ میں کبھی یہ نسبت سُنی گئی ہی نہیں۔
۱۱	نکاح کے بعد بچوں کی پیدائش موجب راحت و فرحت بلکہ صد افتخار	زنا اور متعہ میں نہ یہ نہ وہ بلکہ بتانے سے ننگ و عار

ان وجوہ سے اہل دل کو یقین ہو جانا چاہیئے کہ متعہ زنا ہے نکاح اور اس

گندے فعل کے ارتکاب سے زنا کو الٹا تقویت ملتی ہے کہ زن و مرد اگر کہیں اس بد فعلی کے ارتکاب سے پکڑے جائیں تو جان چھڑانے کا بہتر ہتھیار ان کے پاس ہے کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے نکاح متعہ کیا ہے اب نہ سنگساری اور نہ ہی رجم۔ اس سے اسلامی نظام کا شیرازہ بری طرح بکھر جائے گا۔

آخری فیصلہ

ہم بار بار کہیں کہ متعہ زنا محض ہے۔ شیعہ پارٹی ہرگز نہیں مانے گی۔ ہم کتب شیعہ سے ثابت کرکے دکھاتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی متعہ مروجہ کو زنا محض بتایا ہے۔

وقد روی ابو نصیر فی الصحیح عن عبد اللہ الصادق انہ سئل عن المتعہ ھی من الاربع قال لا ولا من السبعین۔ (فروع کافی ص والاستبصار)

ابو نصیر نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی کہ میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا متعہ والی عورت چار والی آیت نکاح میں داخل ہے یا نہ۔ آپ نے فرمایا نہیں

(ف) اس روایت میں صریح دلیل ہے کہ عورت متعہ زوجہ منکوحہ نہیں ورنہ وہ چار میں محسوب ہوتی۔

سوال:۔ متعہ زنا نہیں بلکہ نکاح ہے اس لئے کہ شیعہ کی فقہ و اصول فقہ میں واضح الفاظ میں لکھ دیا گیا ہے کہ (۱) محرمات (۲) شوہر دار

(۳) بازاری (۴) باکرہ عورتوں سے متعہ ناجائز ہے۔ جب متعہ میں نکاح کے اسباب موجود ہیں تو پھر اسے نکاح سے خارج کرنے کا کیا معنے؟

جواب: (۱) محرمات کو واقعی متعہ سے بچالیا گیا۔ لیکن ذکر کو کپڑا لپیٹ کر اپنا منہ کالا کر لینا جائز کیا گیا۔ جو لف حریر کے نام سے مشہور ہے ذخیرۃ المعاد صہ کا حوالہ گذرا۔

شوہر دار سے ڈر کے مارے عدم جواز لکھا گیا۔ ورنہ کوئی بے غیرت اور دیوث اپنی عورت سے متعہ کرنے دے تو علیحدہ بات ہے۔

کنجری اور بازاری عورت سے شیعہ کے نزدیک متعہ جائز ہے اگرچہ کراہت چنانچہ ذخیرۃ المعاد صہ کا حوالہ گذرا ہے۔

کنواری کے لئے بھی شیعہ نے عدم جواز کا فتویٰ نہیں بلکہ اس کی فطرت اور اس کے متولیوں کی عار سے خطرہ کر کے کہ کنواری کو طبعی فطرت جلدی سے کسی کے قابو میں جانے کی نہیں، ورنہ اگر کوئی کنواری لڑکی کسی کے ہاتھ لگ جائے تو شیعہ مذہب میں متعہ جائز ہے لیکن متولیوں کا خطرہ بھی سوار ہو۔ تو شیعہ مذہب نے بدبخت بوالہوس شہوت پرست کو نہ صرف متعہ کی اجازت دے دی بلکہ لواطت جیسی غلیظ عادت کے جواز کا پٹہ ہاتھ میں دے دیا۔ چنانچہ مروی ہے کہ

ایک شخص نے امام صاحب سے پوچھا کہ حضرت جی "باکرہ" کنواری لڑکی ہے وہ متعہ کرنا چاہتی ہے مگر اس کے والدین اس پر راضی نہیں، آپ کے نزدیک اس صورت میں کیا کیا جائے۔ اس کے جواب میں امام صاحب

نے فرمایا کہ اس کے ساتھ متعہ تو کر لو۔ مگر اس کی بکارت زائل نہ کرو۔ بلکہ دوسرے طریق سے اس کے ساتھ صحبت کر لو۔

(لطیفہ) استبصار میں تو ہر عورت (منکوحہ ممتوعہ) سے لواطت کے جواز کا فتویٰ درج ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مختصر کی تحقیق مذکور سے ثابت ہو گیا کہ متعہ کسی صورت میں بھی نکاح نہیں بلکہ وہ عین زنا ہے اور عقلاً و نقلاً و قطعاً نہایت درجہ کا شنیع فعل اور ناروا ہے۔

جواب ۱: بر تقدیر تسلیم مان لیا جائے کہ بعض عورتوں سے متعہ نہیں ہو سکتا۔ تب بھی متعہ زنا کے حدود سے متجاوز نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ زنا اور متعہ میں عموم و خصوص کی نسبت ہے یعنی زنا عام ہے اور متعہ خاص کہ بعض سے جائز اور بعض سے ناجائز اور ظاہر ہے۔ خصوص اگرچہ خصوص ہے۔ لیکن ہے تو عموم ہی کی ایک قسم۔ نتیجۃً یہی کہا جائے گا کہ متعہ زنا کی ایک خاص قسم ہے اور ظاہر ہے کہ قسم الشئی داخل فیہ یعنی شی کی کوئی قسم اسی قسم میں داخل ہوتی ہے نہ کہ خارج۔ مثلاً حرام کھانے کی بہت سی صورتیں ہیں جیسے سود۔ رشوت۔ چوری غصب۔ غبن۔ خیانت و دیگر حرام اشیاء یا شراب خنزیر کتا وغیرہ وغیرہ۔

اگر کوئی شخص اشیائے مذکورہ میں سے بعض اشیاء کو کھائے اور کسی وجہ سے ان کا استعمال نہیں کرتا تو اسے کوئی ذی ہوش یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ

وہ صاحب حرام اشیائ میں سے فلاں فلاں اشیائ کا استعمال نہیں کرتا بنابریں اس کا حرام خوروں میں شمار نہ ہو بلکہ اس حرامخور کو حرامخور ہی کہا جائے گا۔ مثلاً رشوت خور اور شراب نوش خنزیر نہیں کھاتا یا پیشاب نہیں پیتا تو کیا ہم اسے حرامخور نہیں کہیں گے۔

ایسے ہی زنا کا حال ہے کہ زانی ماں بہن وغیرہ سے زنا نہیں کرتا اور اجنبی عورتوں سے کرتا ہے تو اسے زانی نہ کہا جائے گا۔ ایسے ہی جب متعہ میں زنا کی پوری تصویر موجود ہے تو پھر اسے ہیرا پھیری کرکے زنا سے خارج اور زبردستی نکاح میں کیوں داخل کیا جاتا ہے یہ صرف اسی لیئے کہ زنا کی بہار سے گلستان رفض و تشیع مہکتا چہکتا رہے لیکن "تابکے"

شیعہ تمام نقلی اور عقلی دلائل کا قلع قمع کر دیا گیا ہے اب ان کے اعتراضات سنیئے جو اہلسنّت کی احادیث کو لے کر عوام کو بہکاتے ہیں۔

فصل دوم

مختصر تاریخ متعہ و تفصیل مذاہب

(اعتراضات از احادیث اہلسنّت)

پیشتر اس کے کہ روایات سنیہ پر بحث کریں یہ امر اشد ضروری معلوم

ہوتا ہے کہ متعہ کی مختصر تاریخ بیان کر دی جائے جہاں تک اہلسنّت کی
کتب سیر و حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے، متعہ رسول کریمؐ کی بعثت
سے قبل سرزمین عرب میں مروج تھا چنانچہ حضور علیہ السّلام نے ابتدائے
اسلام میں حرام فرمایا اور پھر فتح مکّہ میں تین روز کے لئے محض بضرورت
جنگ اس کی اجازت دے کر قیامت تک اسے حرام قرار دے دیا۔
ابی ذر غفاریؓ سے روایت ہے " انما احلت لاصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعۃ النساء ثلثۃ ایام ثم
نہی عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(ترجمہ) رسول کریمؐ نے اپنے اصحاب کے لئے تین روز متعہ حلال
کیا تھا پھر اس سے منع فرما دیا۔ اس قسم کی سینکڑوں احادیث صحاح
ستہ میں مروی ہیں۔ جن کی بنا پر اہلسنت کے چاروں ائمہ کرام یعنی
امام ابو حنیفہؒ امام شافعی امام احمد بن حنبل و امام مالکؒ نے متعہ کو حرام
قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کی کتب معتبرہ میں بیشمار مستندات موجود ہیں
البتہ امام مالک کے متعلق صاحب ہدایہ کی غلطی کے باعث ہدایہ میں درج
ہو گیا ہے حالانکہ اس کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے چنانچہ ہدایہ کی شرح
عینی مندرجہ حاشیہ پہ ہی اس غلطی کی کافی تشریح کر دی گئی ہے خود
امام مالکؒ نے موطا میں حضرت علیؓ کی خیبر والی روایت کی بنا پر متعہ
کو حرام کہا ہے۔ فرقہ مالکیہ کی دیگر کتب فقہ میں بھی اسے حرام ہی لکھا ہے
شرح مختصر میں خلیل مالکی لکھتے ہیں " لاخلاف عندنا ان المتعۃ

نکاح یفسخ مطلقاً" اور رسالہ ابن ابی زید مالکی ہیں " لا یجوز نکاح المتعۃ اجماعاً اور منہج الوافیہ فی فقہ المالکیہ" میں بھی " لا یجوز نکاح المتعۃ وھو النکاح الی اجل" موجود ہے۔ علاوہ ازیں امام مالک متعہ پر حد تجویز کرتے ہیں۔ علاوہ ان اندرونی سندات کے ایک چھوڑ دو بیرونی سندات اس بات میں ایسی معتبر ہیں جن سے کسی شیعہ کو بھی انکار نہیں ہو سکتا اور وہ یہ ہیں۔ علامہ حلیؒ کہ شیعہ غالی ہیں کشف الحق میں فرماتے ہیں " ذھبت الامامیہ الی اباحت نکاح المتعۃ وخالف فیھا الفقہاء الاربعۃ" اور اسی طرح احقاق الحق" مصنفہ ایضاً میں مذکور ہے کہ چاروں آئمہ کے نزدیک متعہ حرام ہے"۔ اس شہادت کے ہوتے ہوئے کوئی شخص اس امر سے انکار نہیں کر سکتا، کہ صاحب ہدایہ نے محض غلطی سے یہ لکھ دیا ہے۔ ورنہ اس کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد ہم ان روایات کو سلسلہ وار درج کرتے ہیں جو شیعوں کی طرف سے حلت متعہ کے ثبوت میں کتب سنیہ سے پیش کی جاتی ہیں اور ساتھ ہی ہم ان کی تردید بھی کرتے جائیں گے۔

سوال:۔ سب سے اوّل ابن مسعود کی یہ روایت بخاری و مسلم سے بڑے شد و مد سے پیش کی جاتی ہے۔

کنا نغزو مع رسول اللہ ولیس معنا نساؤنا فقلنا الا نستخصی فنہانا عن ذلک ورخص لنا ان نتزوج المرأۃ بالثوب

الی رجل ثم قرأ عبداللہ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔

(ترجمہ) ابن مسعود کہتا ہے کہ ہم رسول کریمؐ کے ہمراہ غزا میں تھے اور ہماری عورتیں ساتھ نہیں تھیں۔ ہم نے عرض کیا کیا ہم اپنے آپ کو خصی کر لیویں۔ آپ نے منع فرمایا اور پھر اجازت دی کہ عورتوں سے نکاح موقت بالعوض کپڑے کے کریں پھر یہ پڑھا کہ اے ایمان والو نہ حرام کرو ان پاک چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔

جواب :۔ ایمانداروں نے یہ روایت تو لکھ دی مگر دوسری روایت کو دیکھ کر سانپ سونگھ گیا جو آگے قلم نہ اٹھ سکا۔ حالانکہ دوسری روایت بھی ابن مسعود ہی سے مروی ہے اور کیسی صاف سند تنسیخ متعہ پر ہے بیہقی ابن مسعود سے روایت کرتا ہے۔ "قال المتعۃ منسوخۃ نسخھا الطلاق والصدقۃ والعدت والمیراث (ترجمہ) کہ انہوں نے کہا کہ متعہ منسوخ ہو چکا ہے اور ان کو طلاق مہر عدت اور میراث نے منسوخ کیا ہے، علاوہ ابن مسعود کی اس روایت کے حضرت علی کی بھی ایک اسی مضمون کی روایت تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۱۰ پر درج ہے۔

"قال نسخ رمضان کل صوم و نسخ الزکاۃ کل صدقۃ و نسخ المتعۃ الطلاق والعدۃ والمیراث و نسخۃ الضحیۃ کل ذبیحۃ" (ترجمہ) فرمایا علیؓ نے رمضان نے کل روزے منسوخ کر گئے اور زکوٰۃ نے کل صدقات منسوخ کئے اور طلاق عدت اور میراث

نے متعہ کو منسوخ کیا اور قربانی نے کل ذبیحات منسوخ کئے۔" ابن مسعود کی پہلی روایت غزوہ مکہ کے متعلق ہے اور اس کے الفاظ صاف طور پر واضح کر دیتے ہیں کہ غزوہ مکہ سے قبل بھی متعہ ممنوع تھا۔ اگر ممنوع نہ ہوتا تو صحابہ کرام کو تجرد سے تنگ آکر خصی بننے کی التجا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی مجبوریوں کو مدنظر رکھتے ہوتے متعہ کی اجازت دینے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ پس صحابہ کی التجا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت دینے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں پس صحابہ کی التجا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت اس امر کا بین ثبوت ہے کہ متعہ ممنوع تھا مگر اس کی وقتی اجازت بحالات جنگ دی گئی تھی۔ ورنہ صحابہ از خود متعہ کر لیتے اور رسول کریم کو اجازت دینے کی زحمت نہ دیتے۔ چنانچہ روایت نمبر ۲ ہمارے اس دعوے کی کامل طور پر تائید اور تصدیق کرتی ہے کہ یہ وقتی اجازت صرف تین دن کے لئے غزوہ مکہ میں دی گئی تھی۔

سوال :- دوسری روایت سبرہ ابن معبد جہنی سے احمد و مسلم روایت کرتے ہیں۔ وھو ہذا " قال اذن لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام فتح مکۃ فی متعۃ النساء فخرجت انا ورجل..... ثم استمتعت منھا فخرج حتی حرمھا رسول اللہ علیہ وسلم

(ترجمہ) اجازت دی ہم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال متعۃ النساء کی پس چل پڑے ہیں اور ایک اور آدمی..... پس

میں نے متعہ کیا۔

جواب:۔ یہاں تک تو ایمانداری سے روایت کو پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے بعد کے الفاظ کو پس میں وہاں سے نہ نکلا جب تک رسول کریمؐ نے حرام نہ کر دیا" نہایت بد دیانتی سے بلا ڈکار ہضم کیا گیا ہے کیا یہ الفاظ تقیہ سے چھپائے گئے ہیں یا کوئی اور وجہ ہے؟ گو یہی روایت ہی ہمارے دعویٰ کے لئے کافی ہے۔ لیکن "بدرا بخانہ با بد رسانید" کے مطابق سبرہ جہنی کی دوسری روایت انہیں ہر دو کتب احادیث سے پیش کرتے ہیں جو اس معاملہ کو روز روشن کی طرح صاف کر دیتی ہے۔

"یقول یاایھا الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستماع الا دان اللہ حرمھا الی یوم القیمۃ الخ" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اے لوگو میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی تھی مگر اب اللہ نے اسے قیامت تک حرام کر دیا ہے۔

بخاری میں ایک اور مسلم میں دو روایات ابن اکوع سے مروی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(اول) خرج علینا منادی رسول اللہ فقال ان رسول اللہ قد اذن لکم ان تستمتعوا۔ متعۃ النساء" رسول کریمؐ کا منادی آیا اور کہا کہ رسول کریمؐ نے متعۃ النسا کی اجازت دی ہے

(دوم) اتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذن لنا المتعۃ

(ترجمہ) خود رسول کریمؐ تشریف لائے اور ہمیں متعہ کی اجازت دی۔

(سوم) قال کنا فی جیش فاتانا رسول اللہ قال انہ قد اذن لکم ان تستمتعوا فاستمتعوا" (ترجمہ) ہم فوج میں تھے کہ رسول کریمؐ کا ایک آدمی ہمارے پاس آیا کہ رسولؐ کریم نے متعہ کی اجازت دی ہے تو ہم نے متعہ کیا۔

جواب:۔ یہ تینوں روایات ایک ہی وقت کی بیان کی ہوئی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ الفاظ قریباً یکساں ہیں۔ چونکہ مختلف آدمیوں کی وساطت سے یہ روایات محدثین تک پہنچی ہیں۔ اس لئے قدرے اختلاف لفظی پایا جاتا ہے۔ پس جہاں ان تینوں روایات کو پیش کیا گیا تھا وہاں اگر چوتھی روایت کو بھی لکھا جاتا تو کیا اچھا ہوتا۔ نہ ان کو اعتراض کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی اور نہ ہمیں جواب دینے کی زحمت اٹھانی پڑتی۔ چوتھی روائیت احمد و مسلم نے سلمہ بن اکوع و سبرۃ بن معبد جہنی سے یہ نقل کی۔ "قال رخص لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی متعۃ النساء عام فتح مکۃ ثلاثۃ ایام ثم نھی عنھا بعدھا" (ترجمہ) ابن اکوع نے کہا کہ فتح مکہؐ کے سال تین دن کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کی اجازت دی تھی۔ پھر اس کے بعد منع فرما دیا۔ اسی قسم کی ایک اور حدیث سلمہ بن اکوع کے بیٹے نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جو طحاوی کے باب المتعہ میں اس طرح درج ہے "قال اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی متعۃ النساء ثم نھی عنھا" (ترجمہ) سلمہ بن اکوع

نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعۃ النسائ کی پہلے اجازت
دی تھی۔ پھر منع کر دیا تھا۔ سلمہ بن اکوع کی چاروں روایات سے ثابت
ہوتا ہے کہ صحابہ کرام باوجود شدت تجرد کے متعہ سے رُکے رہے اور
حضور علیہ السلام کے صدور اجازت کے بعد مرتکب متعہ ہوتے۔ اگر نکاح
کی طرح متعہ کی عام اجازت ہوتی اور یہ بہ نص قرآنی ثابت ہوتا
جیسا کہ شیعہ صاحبان آیۂ فما استمتعتم کو اس کی نص صریح قرار دیتے
ہیں تو صحابہ کا قبل از اجازت متعہ سے اجتناب کرنا اور بعد صدور
اجازت اس کا مرتکب ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اور اس تفریق کی کوئی
وجہ معقول معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں نکاح کے واسطے کبھی صحابہ نے یہ
التزام نہیں کیا کہ حضور سے پہلے اجازت بلکہ مشورہ تک لیں اور بعد میں
نکاح کریں۔ اندریں حالات حرمت متعہ میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا
کیونکہ اگر متعہ ایسا ہی جلوئہ بے دود دھ تھا تو اس کے لئے اس قدر تگ و
دو کی کیا حاجت تھی جس کو بھی خواہش ہوتی بے کھٹکے متعہ کر لیتا۔ حدیث
سوم میں لفظ "فاستمتعوا" سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلمہ بن اکوع
متعہ کنندگان میں نہ تھے بلکہ اور لوگوں نے کیا تھا۔ بایں ہمہ بخاری
صحیح میں اس حدیث کے بعد دوسری حدیث میں خود حضرت سلمہ بن اکوع
کے یہ الفاظ ہیں۔ " فما ادری الشئی ~~هذا~~ کان لنا خاصۃ ام للناس
عامۃ" کہ معلوم نہیں یہ اجازت خاص صحابہ ہی کو تھی یا تمام امت
کے لئے تھی۔

سوال :۔ دو روایات مسلم کے باب الحج میں ابوذر سے مروی ہیں (اوّل) "قال کانت لنا رخصۃ" (ترجمہ) متعہ کی ہم کو اجازت تھی (دوم) "لا تصلح المتعۃ الا لنا خاصۃ" سوائے ہمارے کسی میں صلاحیت متعہ کی نہ تھی۔

جواب :۔ یہ روایات جیسا کہ ان کے محل وقوع سے ظاہر ہوتا ہے متعۃ الحج کے متعلق ہیں۔ چنانچہ اس جگہ ابوذرؓ سے ایک اور روایت درج ہے جس سے خاصۃ" متعۃ النساء کے متعلق ابوذر سے ہی روایت مروی ہے اور وہ متعہ کی ہسٹری کے بیان میں اوپر ذکر کی جا چکی ہے۔

خلاصہ یہ کہ :۔ صحاح میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہے کہ حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے خود متعہ کو حرام فرمایا۔ صرف تین دن کی اجازت بخشی بعد ازاں تا قیامت دائمی طور پر حرام فرما دیا اور یہ سہ روزہ اجازت بھی غزوۂ اوطاس میں ہوئی۔

اور بروایت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم متعہ کی خاندان نبوتؐ میں حرمت اس قدر شہرت و تواتر کو پہونچی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد نے روایتیں کی ہیں اور موطا و بخاری اور مسلم و دیگر مشہور کتابوں میں بطریق متعدد یہ روایات ثابت ہیں۔

سوال:۔ حرمت متعہ تو غزوۂ خیبر میں ہوئی اس کے بعد اوطاس کی لڑائی میں پھر حلال ہو گیا۔ یہ کیسے؟

جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ یہ سب غلط فہمی ان کی اپنی ہی ہے ورنہ روایت حضرت علیؓ کی موجود اصل میں خیبر کی لڑائی کو تاریخ تحریم لُحُومِ حُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ (یعنی گوشت خرِاہلی کا حرام ہے) فرمایا ہے نہ کہ تاریخ حرام ٹھہرانے متعہ کی۔ لیکن عبارت ایسی ہے جس سے وہم دونوں کا ہوتا ہے۔ بعض محققوں نے نقل کیا ہے۔ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ يَوْمَ خَيْبَرَ (منع کیا عورتوں کے متعہ سے خیبر کے دن) اور اگر حضرت مرتضٰیؓ نے اس روایت میں حرام ٹھہرانا متعہ کا تاریخ خیبر پر موقوف کر کے روایت فرمائی ہے تو ابن عباسؓ پر رد کرنا اور الزام دینا اس کی کیا صورت؟ حالانکہ جس وقت کہ یہ رد و الزام تھا اُسی وقت یہ روایت فرمائی اور ابن عباسؓ کو متعہ جائز کرنے پر سخت جھڑک کر کہا اَنْتَ رَجُلٌ تَائِهٌ (تو ایک مرد دیوانہ ہے) پس جو کوئی خیبر کی لڑائی کو تاریخ حرام ٹھہرانے متعہ کی کہے گویا جھوٹا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ کے استدلال میں کرتا ہے اور اس کی نادانی و حمق پر یہی دعویٰ دلیل کے لئے کافی ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

سوال:۔ بخاری صحاوی تفسیر کبیر در منثور میں عمارہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے: سئلت ابن عباس عن المتعة اسفاح ام نکاح فقال لا سفاح ولا نکاح قلت ما هی قال هی المتعة

یعنی میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ متعہ زنا ہے یا نکاح آپ نے فرمایا یہ نہ زنا ہے نہ نکاح بلکہ متعہ ہے نیز بخاری میں ابی حمزہ سے روایت ہے۔ "سئل ابن عباس عن متعۃ النساء فرخص فیھا فقال لہ مولیٰ لہ انما کان ذلک فی النساء قلت والحال شدید فقال ابن عباس نعم"
(ترجمہ) سوال کیا گیا ابن عباس سے متعۃ النساء کے متعلق تو اس نے اجازت دے دی۔ پھر اس کے نوکر نے اس کو کہا کہ یہ تو اس وقت تھا جبکہ عورتوں کی قلت تھی اور حالتِ شدیدہ لاحق ہوتی تھی۔ ابن عباس نے کہا کہ ہاں۔

جوابات:۔ پیشتر اس کے کہ ان روایات کا جواب عرض کیا جاوے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ عباس کی ابتدائی زندگی کے متعلق چند واقعات درج کئے جائیں جن کی روشنی میں مفصلہ بالا روایات کی تفہیم باحسن وجوہ عمل میں آئے گی۔ آپ ایک سال قبل از ہجرت پیدا ہوئے اور اپنے باپ کے ہمراہ نو سال مکہ میں رہے تھے جب آنحضرتؐ ہجرت کے آٹھویں برس غزوہ مکہ کے لئے اس جگہ تشریف لائے تو حضرت عباسؓ کو جو انہیں راستہ میں مدینہ کی طرف جاتے ہوئے ملے بمعہ ذریات و مستورات مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ اس لئے نہ تو کوئی غزوہ سابق ہی ابن عباس کی موجودگی میں ہوا تھا اور نہ فتح مکہ ہی۔ علاوہ اس کے آخر آپ

تھے بھی تو بچہ ہی اگر ان کے سامنے کبھی یہ غزوات ہوتے۔ تو آپ
میں احکامات شرعیہ کے سمجھنے کی قابلیت ہو بھی کہاں سکتی تھی۔ لہٰذا
آپ کو جو علم متعہ کے متعلق تھا وہ سماعی تھا۔ بہر کیف ان روایات
کی تردید خود ان کی دیگر روایات سے ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں
حضرت علیؑ نے ایک روایت ابن عباس کے خلاف ارشاد فرمائی
تھی۔ جو ان کی (ابن عباس کی) عدم اطلاع کی تائید کرتی ہے جب
ابن عباس کی تصنیف کردہ تفسیر القرآن موجود ہے تو سب سے
اول ہمیں اس تفسیر کا مطالعہ کرنا لازم ہے نہ کہ اِدھر اُدھر کی
روایات کی جستجو میں سرگرداں ہونا چاہیئے۔ آیۂ احل لکم ما وراء
ذلکم" کی تفسیر کے ماتحت میں آیۂ ان تبتغوا باموالکم محصنین
غیر مسافحین فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن
فریضة الخ" کی تفسیر آپ اس طرح کرتے ہیں۔ ان تبتغوا تزوجوا
باموالکم (الی الاربع) ویقال ان تشتروا باموالکم من الاماء
ویقال ان تبتغوا باموالکم فروجهن وهی المتعة وقد
نسخت الآن محصنین متزوجین غیر مسافحین غیر
زانیین بلا نکاح فما استمتعتم استنفعتم به منهن
بعد النکاح فاتوهن فاعطوهن اجورهن فریضة مهورهن
کاملة ولا جناح علیکم ولا حرج علیکم فیما تراضیتم
به فیما تنقصون وتزیدون فی المهر بالتراضی من بعد

الفريضة الاولى التي سميتم لها ان الله كان عليما فيما
احل لكم النكاح حكيما فيما احرم عليكم المتعة۔ اس
آیت کی تفسیر پڑھنے کے بعد ابن عباس کا عقیدہ نسبت متعہ کے
اس قدر واضح ہو جاتا ہے کہ اس کی اور زیادہ تشریح کرنا آفتاب
کو چراغ دکھانا ہے۔ آپ نے صاف الفاظ میں متعہ کے حکم کو
منسوخ شدہ تصور کیا ہے۔ علاوہ ازیں بخاری و تفسیر کبیر میں ابن
عباس سے مروی ہے۔ "اللھم انی اتوب الیک من قول
فی المتعۃ" (ترجمہ) اے اللہ میں نے اپنے قول نسبت حلت
متعہ سے توبہ کی۔ یہاں تک تو ابن عباس کی اپنی تفسیر اور روائیت
سے متعہ کی حلت کی تردید کی گئی ہے۔ اب ہم ایک روایت حضرت
علیؑ سے درج کر کے ابن عباس کی روایات کے ذکر کو ختم کرتے
ہیں۔ موطا مالک بخاری و مسلم میں بروایت محمد بن حنفیہ ابن علیؑ حضرت
علی سے مرقوم ہے۔ "انہ قال لابن عباس انک رجل تائۃ
ان رسول اللہ ﷺ نھی عن المتعۃ" (ترجمہ) حضرت علیؓ نے ابن
عباس سے کہا تحقیق تو مرد سرگشتہ ہے تحقیق رسول کریم نے متعہ سے
منع فرمایا ہے۔ بعینہ یہی حدیث شیعوں کی کتاب محاسن برقی
میں بھی درج ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

علاوہ ازیں آپ سے واضح الفاظ میں ثابت ہے آپ تصریح
کر کے کہتے ہیں کہ اول اسلام میں مطلقاً مباح تھا اب مضطر یعنی نہایت

مجبور کے لئے مباح ہے جیسے خون اور خوک اور مردار۔

اَسْنَدَ الجَادُنِی مِنْ طَرِیْقِ الخَطَّابِی اِلٰی سَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ لَقَدْ سَارَتْ بِفُتْیَاكَ الرُّکْبَانُ وَقَالُوْا فِیْھَا شِعْرًا قَالَ وَمَا قَالُوْا قُلْتُ قَالُوْا۔ شعر

فَقُلْتُ لِلشَّیْخِ لَمَّا طَالَ مَجْلِسُہٗ
یَا شَیْخُ ھَلْ لَكَ فِیْ فُتْیَا ابْنِ عَبَّاسٍ

فِیْ غَیْدَۃٍ رَخْصَۃِ الْاَطْرَافِ اٰنِسَۃٍ
تَکُوْنُ مَثْوَاكَ حَتّٰی مَصْدَرِ النَّاسِ

(ترجمہ) جادنی بطریق خطابی سعید بن جبیرؓ سے یوں روایت لایا ہے کہ کہا میں نے ابن عباسؓ سے کہ سواروں نے آپ کا فتویٰ مشہور کر دیا ہے اور انہوں نے اس مضمون میں شعر کہا ہے، کہا کیا کہا انہوں نے، میں نے کہا یہ کہا ہے۔ شعر

پھر میں نے کہا اس بڈھے کو سرگاہ کہ اس کے بیٹھنے میں دیر لگی
کہ اے شیخ آیا تجھ کو رغبت فتویٰ کی ہے جو ابن عباسؓ کا ہے
عورت نازک اندام ملائم ہاتھ پاؤں والی کے بارے میں کہ انس
پکڑنے والی ہوگی تیرے گھر میں جب تک کہ لوگ لوٹیں۔

فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا لِھٰذَا اَفْتَیْتُ اِنَّمَا ھِیَ کَالْمَیْتَۃِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِیْرِ (سو کہا ابن عباسؓ نے سبحان اللہ میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا ہے وہ متعہ میرے نزدیک مثل کھانے مردار اور خون اور گوشت خوک کے ہے)

وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّمَا کَانَتْ

اَلْمُتْعَۃُ فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ کَانَ الرَّجُلُ یَقْدَمُ بِالْبَلْدَۃِ لَیْسَ لَہٗ بِھَا مَعْرِفَۃٌ فَیَتَزَوَّجُ الْمَرْاَۃَ بِقَدْرِ مَا یَرٰی اَنْ یُّقِیْمَ بِھَا فَتَحْفَظُ لَہٗ مَتَاعَہٗ وَتُصْلِحُ لَہٗ شَیْئَہٗ حَتّٰی اِذَا نَزَلَتِ الْاٰیَۃُ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ کُلُّ فَرْجٍ سِوَاھُمَا حَرَامٌ۔

(ترجمہ) روایت کی ترمذی نے ابن عباسؓ سے کہا بیشک متعہ شروع اسلام میں تھا اور تھا یہ کہ کوئی آدمی کسی شہر میں ٹھہرتا تھا کہ اس کا وہاں کوئی جان پہچان کا نہیں ہوتا تھا پس نکاح کرتا تھا کسی عورت سے اتنے دن کہ جتنے دن وہاں کا رہنا تجویز کرتا تھا پس محافظت کرتی تھی وہ عورت اس کے اسباب کی اور تیار کرتی تھی اس کے واسطے اس کی چیز یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ الخ۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سوائے ان دو کے سب عورتیں حرام ہیں۔

سوال:۔ عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہیں فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ مِنْھُنَّ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (پس یہ کہ بکرو تم تمتع ان عورتوں سے وقت معین تک) اور یہ لفظ صریح ہے اس بات میں کہ مراد متعہ سے ہے جواب قلم یہ لفظ بالاجماع قرآن میں نہیں ہے اور قرآن کا تواتر باجماع شیعہ اور سنی شرط ہے۔ اور حدیث پیغمبرؐ کی بھی نہیں ہے پھر کس

چیز کو دستاویز بنائیں گے مجبلی قلم یہ کہ کوئی روایت شاذ منسوخ
شدہ ہو گی۔ اور ایسی روایت کو قرآن کے مقابلہ میں جو محکم اور متواتر
ہے لانا اور قرآن کو جو محکم بالیقین ہے چھوڑ کر اس روایتِ شاذ پر
کہ اب تک کسی سندِ صحیح سے ثابت نہیں ہوئی تمسک کرنا کس بات
پر قیاس کیا جائے گا اور سُنی شیعہ دونوں میں قاعدہ اصولی یہ ہے
کہ جب دو دلیلیں قوت و یقین میں برابر باہم جھگڑا کریں حلال و حرام
میں تو حرمت کو مقدم کرنا چاہیئے یہاں جو دلیل ہے وہ محض جھوٹ ہے
اب تک کسی نے یہ قرأت ہی نہیں سُنی اور تمام عرب و عجم میں قرآن
ہیں نہ کسی قرآن میں دیکھی تو پھر کس طرح اسے ہم مقدم کریں گے۔

جوابِ ۲ عبداللہ اور حسین پسرانِ محمد بن حنفیہ سے اور انہوں
نے اپنے باپ اور انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے اِنَّهٗ قَالَ
اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُنَادِیَ
بِتَحْرِیْمِ الْمُتْعَةِ (بیشک حکم کیا مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے اس بات کا کہ حرام ہونے متعہ کی منادی کر دوں) پس معلوم
ہوا کہ حرام ہونا متعہ کا ایک بار یا دو بارہ زمانہ میں آنسرور کے بھی ٹھہر
چکا ہے جس کو یہ نہی پہنچی اس سے باز رہا اور جس کو نہ پہنچی باز نہ
رہا عہدِ حضرت عمرؓ کے وقت یہ فعل بہت سا پھیلا تو اس کا حرام
ہونا اور مشہور کرنا اور ڈرانا دھمکانا اس کے کرنے والے کو بیان کیا
تو حرمت اس کی خاص و عام کے نزدیک ثابت ہوئی اور حضرت عمرؓ

کے کلام سے صرف متعہ کا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ثابت ہوتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس صفت سے وہ حلال ٹھہرے تو باقی رہنا اُس حکم کا لازم آئے اور یہ بات خوب ظاہر ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

اور نفس طالب لذت کی موافقت بھی بآسانی میسر آتی نہ یہ برعکس امر کہ جو اشیاء مخالف نفس ہوں ان کو تو مخالفت دین کے حاصل کرنے کی وجہ سے اختیار کیا جائے اور جو شے کہ موافق نفس سرکش ہو اس کو اسی مخالفت دین کی بنا پہ چھوڑا جائے ایسے ہی یہاں یہ توجیہہ فضول بھی نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے دینی امور کا برتاؤ مسلمانوں کے خوف کے سبب سے کیا کرتے تھے کیونکہ اوّل تو ان کو بھلا کسی سے ڈرنا ہی کیا تھا دُرہ عمری کی لچک اور تیغ فاروقی کی چمک سے موافقین و مخالفین میں سے ہر شخص بید لرزاں کی طرح پڑا کانپ رہا تھا۔ چنانچہ شیعوں کو بھی اس امر کے تسلیم و اقرار کے سوا آخر کار کچھ چارہ کار نہیں بن پڑتا بلکہ ان بھلے مانسوں نے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت اور آپ کے رعب و داب کو بڑے زور شور و شدومد کے ساتھ یہاں تک ثابت کیا ہے کہ جناب امیر جیسے اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو بھی خوف عمری کے سبب سے عمر بھر کے لئے قلعہ تقیہ میں پناہ گزین بنا دیا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی

خلافت کے عہد میں بھی ان کے خلاف حکم پر قادر ہونے میں آپ کو مجبور محض ثابت کیا ہے بلکہ اپنے مذہب کا مدار سب امور سے زیادہ خاص اس ہی امر پر قرار دے رکھا ہے۔ دوسرے اگر بالفرض وہ کسی کے خوف سے دین کے کسی امر کو بجا لاتے تو ضرور تھا کہ اس فعل متعہ کو بھی جس کو حضرات شیعہ افضل اعمال خیال کیا کرتے ہیں ضرور عمل میں لایا کرتے جس میں اوروں کی موافقت بھی ہو جاتی اور اس کے اکتساب میں نفس کو بھی لذت میسر آتی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مذہب شیعہ کی بنا پر ممانعت متعہ کو یا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات خاص کی طرف بالتخصیص منسوب کرنا روا نہیں اور یا آپ کی ممانعت کو برا کہنا بھلا نہیں اب علمائے شیعہ ارشاد فرمائیں کہ متعہ شنیعہ کیسا ہے اور اس کو کس نے حرام قرار دیا ہے عمرؓ یا مصطفا نے یا رسول خدا نے اور اس فعل حرام کو حلال کس نے کیا ہے حضرت علی مرتضیٰ نے یا میاں عبداللہ ابن سبا نے؟

سوال:۔ الی اجل مسمّی کے اضافہ سے مطلوب کیا ہے اگر مان لیا جائے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

جواب:۔ تاکہ کسی کو وہم نہ ہو کہ مہر کا مکمل طور ادا کرنا تمام مدت گزر جانے پر موقوف ہے کہ جب تمام مدت گزر جائے تب تمام مہر ادا کرنا واجب ہے جیسا کہ عرف میں ہے کہ ایک ثلث مہر معجل کرتے ہیں یعنی جلدی دینا اور

دو ثلث غیر مؤجل یعنے کسی وعدے پر جب تک نکاح باقی رہے لیکن یہ وعدہ بسبب تصرف عورت اور اس کے اختیار پر ہوتا ہے ورنہ حکم شرع یہ ہے کہ وہ ایک جماع کے بعد کل مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

اور اگر بقول شیعہ الی اجل مسمی عقد کی قید کے لئے تو چاہیئے تو پھر متعہ شیعہ کے نزدیک عمر بھر ہمیشہ کو جائز نہ ہو حالانکہ عمر بھر کے لئے بھی متعہ جائز ہے۔ فلہذا ثابت ہوا کہ یہ قرأۃ شاذہ اوّلا قابل عمل نہیں اگر ہو بھی تو شیعہ کو مفید نہیں بلکہ الٹا مضر ہے

سوال۔ اہل سنت کی کتب احادیث سے بھی یہ پایا جاتا ہے کہ متعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے لے کر خلیفہ اوّل کے عہد خلافت تک برابر جاری رہا لیکن خلیفہ دوم نے اپنے خلافت کے زمانہ میں بہ تشدد اس کی ممانعت کر دی چنانچہ خود ان کا یہ قول ہے کہ دو متعہ یعنی متعہ نسا و حج رسول مقبول کے زمانہ میں جاری تھے۔ اب میں ان کی ممانعت کرتا ہوں بس سنیوں کے ہاں حرمت متعہ صرف ممانعت حضرت عمرؓ پر مبنی ہے نہ کلام اللہ و حدیث پر۔

جواب۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اس کی ممانعت کی اس لئے کہ متعہ میں جس قدر آزادی و لذّت نفس حاصل ہے وہ کسی اہل عقل پر مخفی نہیں جس کا انکار بداہت کا انکار ہے اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس قسم کی لذات سے

اپنی ذات کو بچانے والا اور دوسروں کو اس کی جانب سے نفرت دلانے والا وہی اللہ کا خاص بندہ ہو سکتا ہے جس نے اپنی خواہش نفسانی کو جو توجہ الی اللہ سے اس کو بازر رکھنے والی ہے خاص اللہ ہی کے واسطے ترک کر دیا ہو نفس کے بندوں کا جو ہمیشہ لذات نفسانی میں منہمک رہتے ہیں ہرگز یہ کام نہیں حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شیعہ اعلیٰ درجہ کا دنیادار و بندۂ نفس بلکہ اس سے بھی کہیں بدرجہا زیادہ نعوذ باللہ اپنے خیال فاسد میں بُرا گمان کرتے ہیں ان کے اعتقاد مخصوص کی بنا پر تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ مدت العمر خصوصًا اپنے عہد حکومت میں جس سے بڑھ کر خواہشات و لذات نفسانی کے پورا کرنے کے لئے اور کوئی زمانہ نہیں ہو سکتا۔ خود بھی اس میں غایت درجہ منہمک رہتے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف رغبت دلاتے تاکہ اس معاملہ میں کوئی ان کو انگشت نما بنانے نہ پائے نہ یہ کہ خود بھی اس کے ارتکاب سے بچیں اور پھر اوروں کو بھی اس کے گرد نہ پھٹکنے دیں۔ اس مقام پر شیعہ یہ توجیہہ غیر وجیہہ بھی نہیں کر سکتے کہ ہر چند بوجہ لذت نفس کی وجہ سے تو آپ کا جی ضرور اس کو چاہتا ہوگا لیکن مخالفت دین کے سبب سے آپ نے اس کے برخلاف عمل کیا اس لئے کہ ادنےٰ اہل عقل بھی اس امر بدیہی کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ اگر معاذ اللہ مخالفت دین کی وجہ سے اس کو ترک کیا جاتا تو اس کے سوا باقی اور امور دینیہ کا ترک

کرنا اولیٰ تھا جن کے بجا لانے میں نفس کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔
خصوصاً وہ امور کہ جن کی تعمیل نفس امارہ پر حد سے زیادہ شاق گزرتی
ہے کہ اس صورت میں دین کی بھی مخالفت ہو جاتی۔

جواب۔ چند دنوں تک حلال ہونے کے بعد پھر دونوں ابدالاباد
کے لئے قطعاً حرام کئے گئے مگر چونکہ عام طور پر تمام اہل اسلام کو حرام
ہونے کا علم نہ تھا خاص کر لذت متعہ کا لوگوں کو چسکا لگا ہوا تھا۔
جس کے سبب سے دفعتہً اس کا ایک بارگی چھوڑ دینا کچھ آسان کام
نہ تھا اس لئے بعض بعض شخص خلیفہ بلافصل رسول مقبول امیر
المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کے زمانۂ خلافت حقہ تک اس
کا برتاؤ کرتے رہے جس کی خبر بارگاہ خلافت تک نہ پہنچنے پائی۔
آپ کے زمانۂ خلافت کے ختم ہو جانے کے بعد جب امیر المومنین عمر
ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دورۂ خلافت شروع ہوا اور آپ کو
اس امر کی خبر پہنچی کہ حرمت متعہ کا حکم عام طور پر سب مسلمانوں کو نہیں
پہنچا تو آپ نے نہایت تشدد سے یہ حکم ناطق صادر فرمایا کہ جو شخص
متعہ شنیعہ کا مرتکب ہوگا اس پر حد زنا جاری کی جائے گی۔ امیر عرب
و عجم خلیفہ سید ولد آدم کے اس جلالی حکم سننے کے بعد پھر کس کی مجال
تھی کہ اس فعل ناپاک کے گرد بھٹک سکے اس والی شان جلالی والی
کا یہ فرمان عالی سنتے ہی سننے والوں کے بدن میں گویا ایک سناٹا نکل
گیا اور متعہ کرنے والوں کے تن بدن کے تمام جوڑ بند ڈھیلے پڑ گئے

آخر الامر اس امیر بحر دبیر اشدہم فی امر اللہ عمرؓ کے اس قدر تشدد کے ساتھ اس امر کا عمدہ نتیجہ و بہتر اثر یہ ہوا کہ تمام اہلِ اسلام عرب و عجم و روم و شام کو اس فعل متعہ غیر مشروعہ کا باقی اور جملہ افعال ممنوعہ کی طرح طوعاً و کرہاً جبراً و قہراً چھوڑنا پڑا مخالفین متعصبین نے جنگی رگ و پے میں اس حق و باطل کے جدا کرنے والے کا ناحق بغض سمایا ہوا اور اس بغض نفسانی سے ان کی روح کا جوہر بنا ہوا ہے۔ اس مقرب بارگاہ محبوب الہٰ پر یہ الزام بیجا قائم کر دیا کہ متعہ کو خدا اور رسولؐ نے تو حلال کیا تھا مگر حضرت عمرؓ نے اس کو حرام کر دیا اب حضرات شیعہ اس منصفانہ تقریر کو سن کر ذرا خدا سے شرمائیں اور خدا کے لئے اپنے دل میں انصاف کر کے صاف صاف فرمائیں کہ اس فعل ممنوعہ کو کس نے حرام بنایا ہے، امیر المومنین عمر ابن الخطاب نے یا الہ العالمین نے؟

یہ حال تو متعۃ النساء کا ہے۔ رہا متعۃ الحج کہ بمعنی تمتع یعنے فائدہ مند ہونے کے ہے یعنی عمرہ کرنا حج کے ساتھ ایک سفر میں حج کے مہینوں میں[۱] بغیر اس کے کہ گھر لوٹے، پس عمرؓ نے ہرگز اس کو منع نہیں کیا۔ اس تمتع کی نسبت حرام ٹھہرانے کی ان پر افترا صریح ہے بلکہ حج اور عمرہ دونوں کے افراد کو اولیٰ جانتے تھے۔ دونوں ایک احرام میں اکٹھا کرنا کہ قرآن ہے یا ایک سفر میں کہ تمتع ہے۔

---

[۱] یعنے شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ میں ۱۲

اور اب تک مذہب شافعی اور سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ اور دیگر فقیہوں کا یہی ہے کہ ایک ایک کرنا افضل ہے۔ تمتع اور قرآن سے اور دلیل اس افضیلت کی قرآن سے صریح ظاہر ہے قولہ تعالیٰ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ (تمام کرو تم حج اور عمرہ کو واسطے اللہ کے) اور تمام کے معنے تفسیر میں یوں مروی ہیں کہ اِتْمَامُھُمَا اَنْ تُحْرِمَ بِھِمَا مِنْ دُوَیْرَۃِ اَھْلِکَ (کمال ان دونوں کا یہ ہے کہ احرام باندھے اپنے گھر کے محلّہ سے) اور بعد اس آیت کے فرمایا فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ (پس جو کوئی فائدہ اٹھائے ساتھ عمرہ کے حج سے لا کر) اور متمتع پر ہدی واجب کیا ہے نہ کہ مفرد پر پس صریح معلوم ہوا کہ تمتع میں یہ نقصان بھی ہے کہ اس میں ہدی دینا ہوتا ہے کیونکہ قطعاً معلوم ہے کہ موافق شریعت کے حج میں ہدی واجب نہیں ہوتا ہے مگر قصور کے سبب سے۔ اور اس کے ساتھ تمتع اور قرآن بھی جائز ہے اور حضرتؐ نے جو افراد کو تمتع اور قران کے مقابل اختیار فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ صریح دلیل افضلیت افراد کی ہے اس سبب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں افراد حج کی فرمائی۔ اور عمرۃ القضا اور عمرہ جعرانہ افراد عمرہ کی کی۔ اور باوجود فرصت عمرہ جعرانہ میں حج نہ ادا کیا مدینہ منورہ کو لوٹ آئے اور عقل کی راہ سے بھی افضلیت افراد ہر ایک کی حج و عمرہ سے معلوم ہوتی ہے

کہ ہر ایک کے واسطے احرام اور ہر ایک کے ادا کے واسطے سفر جُدا جُدا ہو گا ظاہر دگنی حسنات حاصل ہوں گی۔ جیسے کہ استحباب وضو ہر نماز کے واسطے یا مسجد میں ہر نماز کو جانا بیان کیا ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے جس کو منع کیا وہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ متعۃ الحج کے دوسرے معنے ہیں یعنے حج کو کرنا عمرہ کے ساتھ اور احرام حج سے نکلنا عمرہ کے افعال کے ساتھ بے عذر۔ اسی پر اجماع اُمت کا ہے کہ متعۃ الحج بلا عذر حرام ہے اور جائز نہیں ہے۔ ہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فسخ اپنے اصحابؓ سے مصلحتاً کرایا تھا اور وہ مصلحت دفع رسم جاہلیت کی تھی کہ عمرہ کو حج کے مہینوں میں افجر فجور جانتے تھے اور کہتے تھے۔

اِذَا عَفَا الْاَثَرُ وَبَرِءَ الدَّبَرُ وَانْسَلَخَ الصَّفَرُ حَلَّتِ الْعُمْرَۃُ لِمَنِ اعْتَمَرَ (جب مٹ جایئں نقش قدم اور اچھی ہو جائے پشت زخمی سواری کی اور تمام ہو جائے ماہِ صفر تو حلال ہوتا ہے عمرہ اس شخص کو جو عمرہ کرے)

لیکن یہ فسخ اسی زمانہ سے مخصوص ہے اوروں کو جائز نہیں ہے کہ فسخ کریں بغیر عذر کے اور یہ تخصیص بروایتِ ابوذرؓ اور دیگر صحابہؓ کے ثابت ہے۔

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّہٗ قَالَ کَانَتْ مُتْعَۃُ الْحَجِّ لِاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ خَاصَّۃً (روایت کی مسلم نے ابوذرؓ

سے بیشک اُس نے کہا کہ تمتع حج میں خاص واسطے اصحاب محمدؐ کے ہے۔
وَاَخرَجَ النَّسَائِیُّ عَنْ حَارِثِ بْنِ بِلَالٍ قَالَ قُلْتُ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَسْخُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّۃً اَمْ لِلنَّاسِ عَامَّۃً فَقَالَ
بَلْ لَنَا خَاصَّۃً (روایت کی نسائی نے حارث بن بلال سے کہا
اُس نے کہ کہا میں نے یا رسول اللہ فسخ حج کا خاص ہمارے واسطے
ہے یا سب لوگوں کے واسطے عام۔ تو فرمایا بلکہ ہمارے واسطے ہے
خاص)

قَالَ النَّوَوِیُّ فِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ قَالَ الْمَازِرِیُّ اُخْتُلِفَ
فِی الْمُتْعَۃِ الَّتِیْ نَهٰی عَنْهَا عُمَرُ فِی الْحَجِّ فَقِیْلَ فَسْخُ الْحَجِّ اِلَی
الْعُمْرَۃِ وَقَالَ الْقَاضِیْ عِیَاضٌ ظَاهِرُ حَدِیْثِ جَابِرٍ وَ
عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ وَاَبِیْ مُوْسٰی اِنَّ الْمُتْعَۃَ الَّتِیْ اخْتَلَفُوْا
فِیْهَا اِنَّمَا هِیَ فَسْخُ الْحَجِّ اِلَی الْعُمْرَۃِ قَالَ وَلِهٰذَا کَانَ
عُمَرُ یَضْرِبُ النَّاسَ عَلَیْهَا وَلَا یَضْرِبُهُمْ عَلٰی مُجَرَّدِ
التَّمَتُّعِ اَیِ الْعُمْرَۃِ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ۔ (ترجمہ) کہا نووی نے
شرح مسلم میں کہا مازری نے اختلاف کیا گیا ہے متعہ کی بابت کہ
منع کیا ہے اس سے عمرؓ نے حج میں سو بعضوں نے کہا ہے کہ مراد حج
کا توڑنا ہے عمرہ کے واسطے۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہے ظاہر حدیث
جابرؓ اور عمران بن حصین اور ابی موسیٰ کی بیشک متعہ کہ جس میں اختلاف
رکھتے تھے صحابہؓ مراد حج توڑنے سے ہے عمرہ کے واسطے اور کہا قاضی

عیاش نے یہی سبب تھا کہ عمرؓ لوگوں کو مارتے تھے اس واسطے اور نہیں مارتے تھے ان کو صرف تمتع کرنے پر یعنے عمرہ ادا کرنا حج کے مہینوں میں۔ اور یہ جو عمرؓ سے نقل کی ہے اِنَّہٗ قَالَ وَاَنَا اَنْھٰی عَنْھُمَا اس کے معنے یہی ہیں کہ بیشک عمرؓ نے کہا کہ میرا منع کرنا تمہارے دلوں میں زیادہ تاثیر رکھتا ہے۔ اس لئے کہ میں وقت کا خلیفہ ہوں دین کے کاموں میں میری سختی تم کو معلوم ہے ایسا نہ ہو کہ ان دونوں کاموں کو سہل جانو اور حقیقت میں نہی ان دونوں کی قرآن میں نازل ہے اور خود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قولہ تعالیٰ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ پھر جو کوئی ڈھونڈھے سوائے اس کے تو وہ لوگ حد سے نکلنے والے ہیں) و قولہ تعالیٰ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ (اور کامل کرو حج کو اور عمرہ کو) لیکن فاسق اور عوام الناس خدا تعالیٰ کے منع کئے ہوئے اور حدیث کو کب خیال میں لاتے ہیں۔ یہاں بادشاہ کا حکم چاہئے کیونکہ مقولہ مشہور ہے کہ اِنَّ السُّلْطَانَ یَنْزِعُ اَکْثَرَ مِمَّا یَنْزِعُ الْقُرْاٰنُ۔ یعنے حاکم کا اجرا قرآن سے زیادہ ہے۔ پس اضافت نہی اپنی طرف اسی نکتہ کے لئے ہے۔

خاتمہ

حرمت متعہ عقل والوں

(کی نظر میں)

بفضلہ تعالیٰ فقیر نے دلائل قاطعہ سے ثابت کر دکھلایا کہ شرعاً ہر پہلو سے متعہ زنا خالص ہے اس کا مرتکب قیامت میں وہی سزا پائے گا جو زانی کے لیے احکم الحاکمین نے مقرر فرمائی ہے اب چند دلائل عقلیہ بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱)

انسان فطرتاً آزاد واقع ہوا ہے۔ اس لئے جب کبھی کوئی مرسل مذہب کے قیودی احکامات لے کر دنیا میں مبعوث ہوا ہے تو ہمیشہ انسان نے اس کی مخالفت کی ہے اور مرسلان الٰہی کی نسلاً بعد نسلاً تلقین سے اگر سلسلہ حلقہ میں کبھی آ بھی گیا ہے تو پھر اپنی طبعی شہوات کی عنان گسیختہ آزادیوں سے مجبور ہو کر سابقہ وحشیانہ فسق و فجور کی طرف عود کرتا رہا ہے۔ تاریخ اس کی شاہد اور قرآن کریم اس کا گواہ ہے۔ ابو البشرؑ سے لے کر خیر البشرؐ تک ہزاروں قسم کے عذاب انسان پر نازل ہوئے مگر وہ اپنی بہیمی خصلت کو مٹا دم نہ کر سکا اور وقتاً فوقتاً اس کے

مہیب مناظر صفحۂ عالم پر نقش ہوتے رہے اور نہ مٹتے رہے۔ پس جب باوجود پیغمبروں کی تہدید اور خدائے قہار کے عذاب ہائے شدید کے سرکش انسان کی یہ حالت زبوں رہی ہو تو جس صورت میں از روئے مذہب ہی اس کو ایک طرف تو شہوت رانی کا لائسنس بدیں الفاظ ملا ہو۔ تزوج منھن الفاً فانھن مستاجرات۔ یعنی ہزار عورت سے متعہ کرو۔ کیونکہ وہ ٹھیکہ کی چیزیں ہیں۔ تو انسان کو کیا غرض کہ خواہ مخواہ منکوحات کے جھگڑے میں پڑ کر کہیں تو عورت کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اپنے سر لے۔ اور کہیں بال بچوں کی تعلیم و پرورش کا بار گراں اپنے کندھوں پر اٹھائے۔ لہٰذا تدبیر منزل تو رخصت ہوئی اور اس کے ساتھ ہی سیاست مدن بھی گئی۔ کیونکہ مقدم الذکر دراصل مؤخر الذکر کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ پس ابتدائے آفرینش میں جو وحشیانہ حالت انسان کی تھی وہی پھر قائم ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسی زندگی کے آثار اب تک افریقہ کی مردم خور وحشی اقوام پائے جاتے ہیں۔

(۲)

جب اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ "کل جدید لذیذ" تو مرد کمبخت کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ بقید عقد ایک حرف ایک، پرانی، بوسیدہ ڈفلی کو بجاتا رہے اور ہر شب نئے سے نئے ساز طرب سے مزے نہ لوٹے۔ پھر یہ بھی امر واقع ہے کہ جب ایک

دفعہ مرد "قلیل الزحمت کثیر اللذت" اصول پر کاربند ہو جائیں گے تو اس شیر کی طرح جسے جب ایک دفعہ خون آشامی کا چسکہ پڑ جائے تو وہ جنگل میں کسی حیوان کو گزند پہنچائے بغیر نہیں چھوڑ سکتا، یہ بھی کسی عورت کو اس کی عصمت دری کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے، سوسائٹی میں "میری" اور "تیری" کی قید اٹھ جائے گی۔ ہر تلوار کا حق ہوگا۔ کہ وہ جس نیام میں چاہے گھسے، اور ہر شمشیر زن جسے چاہے گا اس پر وار کرے گا، نتیجہ ظاہر ہے۔ چنانچہ انہیں مناظر تباہی کو مد نظر رکھتے ہوئے جناب ابوالحسنؑ نے "لا تلحوا علی المتعۃ" الخ والی حدیث ارشاد فرمائی تھی جو کافی ج۲ ص۱۹۲ میں درج ہے۔

(۳)

جب ایک دفعہ مردوں نے اپنا نصب العین "قلیل الزحمت کثیر اللذت اصول" بنا لیا تو عورتوں کا سرپھرا ہے جو وہ خواہ مخواہ حمل کی تکلیف، بچوں کی پرورش کی زحمت اور انتظام خانہ داری کی دردسری محض مردوں کی خاطر برداشت کریں گی۔ کیونکہ دنیا بھر کے قوانین اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کا حقیقی مالک آخر کار باپ ہی ہوتا ہے اور ماں بیچاری تو بمنزلہ دایہ ہی کے ہوتی ہے، کیا عورتوں کا جی نہ چاہے گا کہ بڈھے کھوسٹ خاوندوں کی خدمت کرنے اور ان کے شتر غمزے اٹھانے کی بجائے وہ بھی ہر شب نئے ناز برداروں

کے پہلو میں مزے اڑائیں۔ جب اس طرح عورتوں کو بھی نئے لذائذ کی چاشنی کا چسکا پڑ گیا تو وہ قدرتی موانعات لذت آفرینی (یعنی قابلیت۔ بچہ کشی وغیرہ) کو ادویات سے زائل کر کے سدا نو بہار دلہن کی طرح رہا کریں گی اور بازاری عورتوں کی طرح اپنی عصمت فروشی کیا کریں گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر عورت رنڈی اور ہر بستی چکلہ ہوگی۔

(۴)

متعہ کا ایک شرمناک پہلو ہے

ہر علت کا معلول اور ہر سبب کا نتیجہ ہوا کرتا ہے اگر نہیں ہے تو وطی المتعہ کا نتیجہ کہیں چلتا پھرتا نظر نہیں آتا۔ زنا سے کہ ولد الزنا۔ کنجری کی اولاد کو اپنی قومی حیثیت کہ قوم طوائف کی حیثیت میں قائم رکھتی ہے مگر ولد المتعہ اپنی حیثیت قائم رکھنے سے ایسے عاری ہیں کہ ہند و پاک میں کروڑ شیعہ آبادی میں سے ایک بھی اپنے آپ کو متاعی کہنے کے لئے تیار نہیں۔ گو لاکھوں متاعی مومنوں کی اولاد ہوں گے اور ہونے چاہئیں۔ پھر جس عورت سے متعہ کیا گیا ہے چونکہ وہ پوشیدہ ہوتا ہے اور اس کا اعلان و اظہار بھی نہیں ہوتا اور نکاح کی طرح متعہ کے اثرات اور نتائج بھی مرتب نہیں ہوتے۔ تو اب خدا معلوم ایک ہی عورت سے کون کون متعہ کرتا ہوگا اور جو اولاد ہوتی ہوگی اس

میں لڑکیوں کا کیا حشر ہوتا ہو گا۔ اور ان لڑکیوں سے نا معلوم کون کون متعہ ٹھہراتا ہو گا۔ یہ وہ امور ہیں جن کو قلم لکھتے ہوئے رکتا ہے۔ قارئین خود ہی اس کا اندازہ لگا لیں۔

۵

متعہ کا جائز استعمال بھی برائیوں کا سر چشمہ ہے

ہر اخلاقی اصول کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا معیار اس کے جائز استعمال کے نتائج حسنہ نہیں بلکہ اس کے ناجائز استعمال کے نتائج قبیحہ ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی اصول کے جائز استعمال سے اس قدر اچھے نتائج مرتب نہ ہوتے ہوں جس قدر کہ اس کی بد استعمالی سے خرابیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو وہ اصول ناقص ہے اور مخرب اخلاق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مصلح قومی نے اس اصول کے قائم کرنے سے گریز کیا ہے جن کا ناجائز استعمال ان کے جائز استعمال کی نسبت زیادہ خطرناک ہے۔ نماز اگر انسان محض ریا کاری ہی کی وجہ سے پڑھے یا روزہ محض نمائش تقویٰ ہی کی غرض سے رکھے۔ پھر بھی مقدم الذکر صورت میں طہارت و پابندی وقت کے فوائد عظیمہ سے تو مستفیض ہو گا۔ اور موخر الذکر حالات میں اگر عند اللہ ثواب حاصل نہ ہو گا تو صحت جسمانی کے فوائد سے تو ضرور بہرہ اندوز ہو گا۔ چنانچہ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے شرع اسلام میں شراب خواری اور قمار بازی حرام قرار دی

گئی ہیں کیونکہ انہیں حد اعتدال سے استعمال کرنے میں اس قدر فوائد نہیں ہیں جس قدر انہیں بے اعتدالی سے استعمال کرنے میں نقصانات ہی نقصانات ہیں۔

(۶)

متعہ سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ کس کی کہلائے گی

آدمی نکاح کر کے بیوی کو گھر میں آباد کرتا ہے، پردہ میں رکھتا ہے اس کے نان و نفقہ کا ذمہ دار بنتا ہے اس سے پیدا شدہ اولاد کا باپ کہلاتا ہے۔ مر جاتا ہے تو بیوہ اور اولاد اس کی وارث اور اس کی بقائے نسل کا ذریعہ بنتی ہے مگر آہ متعہ میں یہ سب باتیں مفقود ہیں اگر متعہ کو رواج دیا جائے تو ایک عالم اس شعر کا مصداق بن جائے ؎

بندۂ نفس شدی ترک نسب کن متعی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست[1]

اگر اتفاق سے پیش آیا کہ نطفہ قرار پا گیا اور اس درمیان میں مدت متعہ گزرنے کے بعد کسی دنیا دار نے کچھ مدت محدود تک گھر بسانے یا محض لذت اٹھانے کے خیال سے یا کسی دیندار نے غیر محدود زمانہ تک خاص ثواب کمانے کی غرض خاص سے اس نیک بی بی کے ساتھ متعہ کر لیا تو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس حالت میں جو اولاد اس سے

---

[1] عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ سے معذرت کے ساتھ۔

وجود میں آئے گی وہ ضرور مخلوط النسبوں میں شمار کی جائے گی۔ نہ تو کسی پر یہ بھید کھلے گا کہ اس مجہول النسب کا پہلے حضرت میر صاحب کی اولاد میں اعتبار ہے اور نہ کہیں اس کا پتہ لگے گا کہ اس کا پچھلے جناب میرزا صاحب کی اولاد میں شمار ہے اس صورت میں اس حرکت مخصوص کی بدولت جو خاص متعہ سے پیدا ہوئی ہے یہ نتیجہ بد پیدا ہو گا۔ کہ نہ تو اس اولاد کو ایسے باپ کے ساتھ کسی قسم کی خصوصیت ہو گی جس نے اس کے حق میں ناحق یہ پاپ کمایا ہے اور نہ اس باپ کو ایسی بدبخت اولاد سے کچھ محبت ہو گی جس نے اس کو یہ منحوس دن دکھلایا ہے۔

لڑکی یا بیوی یا بہن

اگر بالفرض عمل متعہ سے اس اللہ کی بندی کو حمل رہ گیا اور مدت متعہ گزرنے کے بعد دونوں میاں بی بی میں جدائی پیش آئی جس کا انقضائے مدت کے بعد وقوع میں آنا ظاہر ہے اور اس حمل سے اتفاقیہ کوئی لڑکی پیدا ہوئی اور وہ ہونہار بچی قدرت خداوند رب العالمین سے پرورش پا کر خیر سے سن بلوغ کو پہنچ گئی۔ ادھر اتفاق وقت سے یہ شدنی معاملہ اتفاقیہ پیش آیا کہ وہ ذات شریف جن کے نطفۂ لطیف سے اس کی ولادت باسعادت ظہور میں آئی۔ مدت دراز کے بعد ادھر ادھر سے پھرتے پھراتے کہیں اس شہر میں آنکلے اور ان

حضرات کو رفع ضرورت دنیاوی یا ضرورت ثواب دینی کی غرض سے متعہ کی ضرورت پیش آئے اور بےخبری سے اس کے ساتھ متعہ یا دائمی نکاح کرے تو علماء شیعہ بتائیں کہ اس صورت نازیبا میں ان دونوں کا (حقیقتہً باپ، بھائی۔ بہن، بیٹی ہیں) کیا حشر ہوگا۔ چونکہ متعہ سے بچنے اور نکاح کرنے میں اسی قسم کی ان گنت مصلحتیں و حکمتیں ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں آیت "فما استمتعتم" کے آخر میں فرمایا "ان اللہ کان علیما حکیما" لیکن اس کی مصلحت و حکمت کو وہی سمجھ سکتا ہے جو ان کا مستحق ہے۔ جو متعہ کی گندی آلائشوں میں ملوث ہو اسے قرآن کریم کے اسرار و رموز کی کیا خبر۔

(۷)

اولاد کا ہونا ایک نعمت عظمیٰ ہے انسان فطری طور پر اس کے حصول کا متمنی ہوتا ہے۔ اولاد نہ ہونے پر مرد اور عورت کو سر کی بازی لگانی پڑتی ہے بلکہ دنیا و دولت اور گھر کا اثاثہ اولاد کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور یہ دائمی نکاح میں بطریق اتم و بوجہ اکمل حاصل ہوتا ہے اور سلسلۂ متعہ میں یوں ہی درہم و برہم ہو جاتا ہے۔ اور ان چند قباحتوں کے سبب سے وہ ہیچ در ہیچ بن جاتا ہے کہ اول تو متعہ میں اس سے کچھ مطلب ہی نہیں ہوتا کہ اولاد پیدا ہو وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے چند ایک عقلی دلائل پیش کئے ہیں۔ صرف اہلِ دانش سے اپیل ہے کہ قطع نظر نزاع مابین المذہبین کے خود سوچیں کہ کیا معاشرہ کے خوبصورت چہرہ کے لئے متعہ جیسے بدنما داغ کی اجازت ہے۔ جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہونا چاہیئے تو پھر اس مذہب کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہے جس میں ایک بار کرنے سے حضرت حسینؓ دوبارہ کرنے سے حضرت حسنؓ اور سہ بار کرنے سے حضرت علیؓ اور چار بار کرنے سے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وعلیہم وسلم کا درجہ ملتا ہے شکر ہے کہ شیعوں نے پانچویں مرتبہ کا ذکر نہیں کیا ورنہ خدائی منزل میں باقی صرف ایک درجہ رہ جاتا ہے۔

بہرحال یہ متعہ ذاکروں، مرثیہ خوانوں اور واعظوں اور مبلغوں کا من گھڑت ہے اس سے ان کے پیٹ کے تنور کی آگ بجھتی ہے ورنہ اہل عقل اور سنجیدہ طبقہ میں اس کے جواز کا کوئی مقام نہیں۔

(دلیل عا) متعہ دوریہ ہو یا مشہور الجمہور للشیعہ تمام شرائع وادیان میں قبیح و شنیع ہونے کے علاوہ عقلی طور بھی ناموزوں ہے مثلاً انسانی شرافت کا حیوانات کے مابین الامتیاز کا سبب حسب نسب ہے اور ان ضروریات خمسہ میں سے ایک یہی حفظ النسب بھی ہے جسے انسانی دنیا کے تمام اہل عقول وادیان نے تسلیم کیا ہے وہ ضروریات خمسہ یہ ہیں (۱) حفظ النفس (۲) حفظ الدین (۳) حفظ العقل۔ (۴) حفظ النسب (۵) حفظ المال۔ یہی وجہ ہے کہ خون کا بدلہ اسی لئے جہاد اور

حد بیں قائم کرنا نشہ آور اشیاء کو حرام قرار دینا ظلم ۔ زنا چوری، غصب، متعہ کی حرمت میں ذرا بھر بھی تامل نہیں کہ حیا و شرم اور غیرت و عزت و ناموس کی حفاظت ضروری ہے۔

ثابت ہوا کہ اسی متعہ کے مفاسد تو بد سے بدتر ہیں۔ بالخصوص اولاد کا ضائع کرنا پھر وہ بچ بھی جائے تو تربیت سے اس کا کیا حال ہو گا۔ خصوصاً وہ اولاد از قسم نبات ہو تو اس کی رسوائی کا کیا حشر ہو گا۔ نہ نکاح کفو میں ہو سکے گا۔ اور نہ ہی اس کی عزت و ناموس کا معاملہ صحیح ہو گا۔ پھر خدا نخواستہ بے خبری میں متعہ کرنے والا خود یا اس کا لڑکا اس سے نکاح کرے تو پھر شیعہ قوم کی سوچ و بچار میں کیا آتا ہے۔ اس طرح سے شرعی قواعد نکاح و طلاق و میراث وغیرہ کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ ایک معمولی مسئلہ کو رائج کر کے نظام اسلام کی بربادی و تباہی کی اجازت عقل و شعور کے کس کھاتے میں لکھا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

فیصلہ کُن بات

اگر متعہ اتنا بہت بڑا فائدہ مند عمل ہے اور اس کا ثواب حج و دیگر عبادات سے بڑھ کر ہے تو شیعہ اپنے آپ کو ابن المتعہ (متعہ کی اولاد) کہلوانے سے کیوں جھجکتا ہے اور فقیر انعام پیش کرنے کو تیار ہے کسی ایک مشہور اخبار میں ایک بار اپنے آپ کو متعہ کی اولاد کا اعلان کرے

شیعہ پارٹی خود سوچے کہ جب متعہ ثواب کا کام ہے تو پھر اس سے عار و ننگ کیوں۔ معلوم ہوا کہ متعہ زنا کا دوسرا نام ہے (فاعتبروا یا اولی الابصار)

شیعہ مذہب کے عقائد و مسائل کا نمونہ

فقیر نے متعہ کی بحث ختم کر لی تو خیال گزرا کہ شیعہ کے چند عقائد و مسائل بھی درج کر دیئے جائیں تاکہ ایک حقیقت پسند ذہن فتویٰ دے سکے۔

عقیدہ دربارہ خدا تعالےٰ

ان محمدؐ ارای ربہ فی ھیئۃ الشاب الموفق فی سن ابناء ثلثین سنۃ انہ اجوف الی السرۃ والباقی صمدؐ الخ

(اصول کافی ج ۱ ص ۴۹) (ترجمہ) محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جس خدا کی زیارت کی وہ کل تیس سالہ تھا (اور اوپر سے پولا اور نیچے سے ٹھوس)

(ف) غور کرو۔ جس خدا کا اپنا نصف حصہ پولا ہے وہ اپنی شیعہ مخلوق کے دلوں کو کیونکر ایمان سے بھر سکتا ہے۔ ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ عجیب خدا ہے کہ جس کی مخلوق میں ایک نبی نوح علیہ السلام بھی تھے جن کی ہزار سال سے بھی زائد عمر تھی مگر خالق صاحب کی عمر تیس سال سے

تجاوز نہ کر سکی۔ گویا خالق چھوٹا اور مخلوق بڑی۔

جبریل علیہ السلام بھول گیا یا خدا تعالیٰ کی غلطی

شیعوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ۔ خدا جبریل را بعلی بن طالب فرستاد او غلط کردہ بہ محمد رفتہ ازانکہ محمد بہ علی مانندہ بود مثل غراب کہ بغراب شبیہ است (تذکرۃ الائمہ لملا باقر مجلسی صے۸)

(استغفر اللہ العلی العظیم) اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حضرت علیؓ کے پاس بھیجا لیکن وہ غلطی کر کے حضرت محمدؐ کے ہاں چلے گئے۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ اور حضرت محمدؐ ہم شکل تھے جیسے کہ ایک کوّا دوسرے کوّے کے ہم شکل ہوتا ہے۔

یہ عجیب۔ نظریہ ہے کہ اگر جبریل علیہ السلام غلطی کھا کر نبوت کا پیغام غلط دے بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کیوں خاموشی اختیار کرے۔ کیا شیعہ مذہب کا خدا تعالیٰ غلط کار تو نہیں۔ پھر حضرت علیؓ اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کوّے کی تشبیہ سے مذہب شیعہ کا بیڑا غرق ہوا یا نہ۔

خدا نسیان کا مارا

امام باقر فرماتے ہیں:-

ان اللہ تبارک و تعالیٰ قد کان وقت ھٰذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین اشتد غضب اللہ علیٰ اھل الارض فاخرہ الی اربعین ومائۃ (اصول کافی ص ۲۳۲)

اللہ تعالیٰ نے ظہور امام مہدی کا وقت سنہ ۷۰ھ میں پہلے سے مقرر فرمایا لیکن جب امام حسین شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کا غصہ زمین والوں پر بڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے ظہور مہدی کے وقت کو ٹال دیا اور سنہ ۱۴۰ھ مقرر کر دیا۔

پروگرام میں پھر تبدیلی۔

امام باقر نے فرمایا کہ جب اللہ نے ظہور مہدی کے لئے سنہ ۱۴۰ھ مقرر کر دیا تھا لیکن تم لوگوں (شیعوں) نے اس راز کا پردہ چاک کر دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے۔ ولم یجعل اللہ بعد ذالک وقتا عندنا۔ (اصول کافی ص ۲۳۲) واہ سبحان اللہ۔ سنہ ۱۴۰ھ میں بھی ظہور امام مہدی کو ملتوی کر دیا اور اب اللہ تعالیٰ نے کوئی وقت ہمارے لئے مقرر نہیں کیا۔

شیعوں کا خدا بھی بڑا عجیب و غریب ہے کہ پہلے اس نے ظہور مہدی کے لئے سنہ ۷۰ھ مقرر کیا مگر امام حسینؓ کے شہید ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رائے بدل دی پھر ظہور مہدی کے لئے سنہ ۱۴۰ھ میں امام مہدی ظاہر ہوں گے، مگر شیعوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ راز فاش کر دیا اور سب کو بتایا کہ سنہ ۱۴۰ھ میں امام مہدی ظاہر ہونگے

تو شیعوں کی اس حرکت پر اللہ کو پھر غصہ آگیا اور اس نے تیسری بار اپنی رائے کو بدل دیا اور اب ظہور مہدی کے لئے کوئی وقت مقرر نہ فرمایا۔

کیا اس عبارت میں خداوند تعالیٰ کو وعدہ خلاف تو نہیں بنایا گیا شیعوں کو یقین ہونا چاہیئے کہ اس میں امام نے اللہ تعالیٰ کے لئے بدا کا اقرار کر لیا ہے۔ یعنی خدا نسیان مارا ہے اور اسے اپنا انجام بھی معلوم نہیں۔ (معاذ اللہ)

حضرت علی خدا ہے

شیعہ کا ایک فرقہ ایسا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا مانتا ہے چنانچہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب تذکرۃ الائمہ ص۷۷ مطبوعہ ایران میں لکھا ہے۔

آنہارا کہ خدا دانستند او را مفوضہ میگویند کہ اللہ تعالیٰ واگذاشت کار را بہ علی مثل قسمت کردن ارزاق خلائق وحاضر شدن در نزد تولد و غیر آں امور دیگر آنچہ می خواہد میکند و خدا را دراں مدخلے نیست۔ وچوں آنحضرت را شہید کردند گفتند او نمردہ است بلکہ زندہ است و در ابر است و رعد آواز اوست و برق تازیانہ او بذیر خواہند آمد کہ دشمناں را بکشد گویند ابن ملجم ایں را نہ کشت بلکہ شیطان خود را بصورت علی گردید و کشتہ شد

ایک وہ ہے جو حضرت علیؓ کو خدا کہتے ہیں۔ اس فرقہ کا نام (شیعہ) مفوضہ ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جملہ امور حضرت علیؓ کو سپرد کر دیئے ہیں جیسے تمام مخلوق کی روزی کی تقسیم اولاد کی پیدائش کے وقت حاضر ہونا وغیرہ وغیرہ۔ حضرت علی جیسے چاہتے ہیں ویسے ہوتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کو کسی قسم کا دخل نہیں۔ حضرت علی ہی ہر شے ایجاد کرتے ہیں اور جب حضرت علی شہید ہوئے تو یہی لوگ کہتے ہیں۔ وہ مرے نہیں بلکہ تا حال زندہ ہیں بادل کی آواز حضرت علی کی آواز ہے اور یہ بجلی کی چمک انہی کے چابک کی چمک ہے۔ وہ بادل سے اتر کر کسی وقت زمین پر تشریف لا کر اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو نہیں مارا تھا بلکہ شیطان حضرت کی شکل میں بن کر آیا تھا۔ ابن ملجم نے اسی شیطان کو حضرت علی سمجھ کر مار دیا تھا۔

(ف) شیعوں کو سوچ سمجھ کر اپنے مذہب میں رہنا چاہیئے۔

عقیدہ دربار نبی پاک صلی اللہ علیہ و اہلبیت کرام کے متعلق

شیعہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم علیہ السلام کو بلا جنازہ دفن کر دیا۔ (فروع کافی ج ۱ ص ۱۱۲ مطبع نولکشور)

اف !کیا محبت بھرا عقیدہ ہے۔ بے شک قاتلان حسین ان جیسے ہی غدار لوگ تھے۔

شیعہ کا عقیدہ ہے کہ متعہ کا اجرا خود رسول اللہ سے ہوا۔

(استبصار ص ۷۷ مطبع جعفری)

(ف) اس سے معلوم ہوا کہ زنا سنت نبوی ہے۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ)

حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے حضرت علی کو کہا کہ تو مانند اس شیر خوار بچے کے ہے جو ماں کے پیٹ میں رحم ... کے پردہ میں بیٹھا ہے اور مثل ذلیل نامراد کے گھر میں مفرور ہے۔

(حق الیقین ص ۲۵۲ ہندوستان اسٹیم پریس لاہور)

(ف) استغفر اللہ ایسے مضمون ترک ادب نسبت شیر خدا اور سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لکھنے شیعوں کا ہی کام ہے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از فضل رب

دختر نبی حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت عمرؓ کے گریبان کو جھٹ لگ گئیں اور خوب پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ (اصول کافی ص ۲۹۱ مطبع نولکشور)

(ف) کیا کوئی شیعہ بھی جملہ شیعان پاک میں سے ایسے الفاظ اپنی لڑکی کی نسبت سننے کو تیار ہے؟ مسلمہ طاہرہ بی بی پر ایسی اتہام طرازی تم کو ہی مبارک ہو۔

تبرا کا بیان

تمام اصحاب بدون تین چار آدمیوں کے سب مرتد ہو گئے

تھے ۔ (نعوذ باللہ من ھفوات العظیم)

(فروع کافی ج ۳ ص ۱۱۵ مطبع نولکشور)

(ف) مقداد بن اسود۔ ابو ذر غفاری۔ سلمان فارسی یہی تینوں حضرات مسلمان تھے باقی کوئی مسلمان نہ تھا۔ بقول شیعہ علی المرتضیٰ بھی مسلمان نہ تھے ۔ معاذ اللہ۔

حضرت اوّل سے مسلمان نہ تھے حالت کفر کو چھوڑ کر ایک دن مسلمان ہوگئے۔ (اصول کافی ۱۵۳ مطبع نولکشور)

(ف) اب شیعہ یہ تو کہہ سکیں گے کہ اصحاب ثلاثہ اوّل کافر تھے بعد میں مسلمان ہوئے اور علی اوّل سے مسلمان تھے۔

شیعہ مذہب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی بوقت ضرورت گالیاں دے لیں تو جائز ہے ۔

(اصول کافی ص ۴۸۳ مطبع نولکشور)

(ف) کیا اس وقت منافق خارجی شیعہ کے منہ کو آگ نہ لگے گی۔ یہ ہیں محبّان علی ظاہر میں محبت، اور باطن میں عداوت۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

بشیر نے امام جعفر صادق سے مسئلہ پوچھا۔ خلیفہ غاصب کی اطاعت حلال یا حرام۔

آپ نے فرمایا کہ اس طرح حرام ہے جیسے خنزیر یا مردار میت کا کھانا۔ (فروع کافی جلد اوّل ص ۲۱۴ مطبع نولکشور)

(ف) اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ اصحاب ثلاثہ خلفاء کے برحق تھے جبھی تو حضرت علی ان کی اطاعت کرتے رہے ورنہ بقول شیعہ حضرت علی خنزیر اور مردار کھاتے رہے۔ نعوذ باللہ۔

شیعہ اور قرآن

مصحف فاطمہ اس موجودہ قرآن سے دو چند زیادہ ہے اور قسم خدا تمہارے اس قرآن کا ایک حرف بھی اس میں نہیں ہے۔
(اصول کافی ص ۱۴۶ مطبع نولکشور)

(ف) اس قرآن کا ایک حرف بھی اس میں نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شیعوں کا قرآن حروف پ۔ ٹ۔ ڈ۔ ڑ۔ گ۔ چ سے مرکب ہو گا۔

موجودہ قرآن مجید ناقص ہے اور قابلِ حجت نہیں بطور نمونہ اصول کافی کے چند صفحات کے حوالہ جات لکھے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں

۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۶

(ف) اُمت شیعہ سے ہماری دلی ہمدردی ہے کیونکہ ان کی حالت واقعی قابل رحم ہے جن کے پاس آج تک اپنی الہامی کتاب بھی نہ پہنچ سکی۔ کیا یہ بھی ان پر ایک غضب الٰہی نہیں۔ کس قدر ڈھٹائی ہے کہ ہمارے قرآن شریف کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور اپنے ہاں کا قرآن بھی پیش نہیں کر سکتے۔

آپ آتے بھی نہیں ہیں بلاتے بھی نہیں
باعث ترک ملاقات بتاتے بھی نہیں

علاوہ موجودہ قرآن کے شیعوں کا ایک اور قرآن ہے جس پر ان کا پورا پورا ایمان ہے اس کی مندرجہ ذیل تین علامتیں ہیں۔ پہلی علامت یہ ہے کہ موجودہ قرآن سے تین حصے زیادہ ہے (گویا ۶۰ پارے کا ہے) بی بی فاطمۃ الزہرا پر نازل ہوا تھا اور علی اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ دوسری علامت یہ ہے کہ لمبائی اس کی ستر گز اور موٹائی اونٹ کی ران کے برابر ہے۔ تیسری علامت یہ ہے کہ آیات اس کی سترہ ہزار ہیں۔

(ف) شیعوں کی بیان کردہ تین علامتوں میں سے موجودہ قرآن میں ایک بھی نہیں۔ لہٰذا موجودہ قرآن پر ان کا ایمان نہیں ہے اسی لئے وہ اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ نیز بقول شیعہ اصل قرآن (بیان کردہ تین علامتوں والا) غار میں گم ہے اس کے یہ معنے ہوئے کہ شیعان علی دونوں قرآنوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل کرنے سے مجبور ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ اب شیعان پاک غور کر رہے ہیں کہ آیا گورو گرنتھ صاحب پر عمل درآمد شروع کر دیں یا کوک شاستر پر؟ افسوس صد افسوس یا ہزار افسوس!!! دھوبی کے کتے نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ مذبذبین بین ذالک لا الیٰ ھٰؤلاء ولا الیٰ ھٰؤلاء

اگر شیعہ اپنی عورت سے سوموار کی رات کو جماع کرے تو اس سے فرزند حافظ قرآن پیدا ہوگا۔

(تحفۃ العوام ۲۸۰ مطبع نولکشور)

(ف) یقیناً اصحاب ثلاثہ کی بددعا کا اثر ہے کہ ہر سوموار کی رات کو شیعان بد عقیدہ کی قوت مردمی سلب ہو جاتی ہے اسی لئے آج تک بے چارے ایک حافظ قرآن بھی پیدا نہ کر والسکے۔

مسائل شیعہ

مسئلہ۔ اگر شیعہ نماز میں ہو۔ اور مذی۔ ودی بہہ کہ ایڑیوں تک چلی جائے تو نہ وضو ٹوٹے گا اور نہ ہی نماز فاسد ہو گی۔ بلکہ مذی تھوک کے برابر ہے۔ (فروع کافی ج ۱ ص ۲۱ مطبع نولکشور)

(ف) گویا شیعوں کے نزدیک مذی، ودی، مثل تھوک کے ہے جس طرح تھوک سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح مذی، ودی کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ ہم پوچھتے ہیں کیا کوئی شیعہ یہ سننا گوارا کرے گا کہ جو چیز اس کے ذکر میں ہے وہی اس کے منہ میں موجود ہے۔

مسئلہ۔ اگر پانی نہ ملے تو استنجا تھوک سے کر لینا چاہیئے بشرطیکہ تھوک اپنی ہو۔ (فروع کافی ج ۱ ص ۱۱ مطبع نولکشور)

(ف) اس میں کیا شک ہے کہ مرد شیعہ کے لئے یہ مسئلہ کم خرچ بالا نشین ہے۔ مگر شیعہ عورت کے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہو گا ایسا کرنے سے کیا زیادہ کیچ پیچ اور گڑبڑ پلیدی کی نہ ہو گی؟

مسئلہ۔ جب تک دبر شیعہ سے ریح گونج کہ آواز دے کر نہ نکلے یا بدبو دماغ کو محسوس نہ ہو معمولی پھوسی سے شیعہ کا وضو نہیں

ٹوٹتا۔ (فروع کافی ص ۱۹ مطبع نولکشور)

(ف) سبحان اللہ! کیوں نہ ہو۔ شیعہ کا وضو رہا۔ ہندوستانی بہے چھوٹی سی ریح سے تو وضو ٹوٹ نہیں سکے گا مگر بہرے شیعہ کے لئے جرمنی توپ ہی آواز پہنچا سکے گی یا پھر دبنگ شیعہ ہی کو یہ قدرت حاصل ہے، مسلمانوں کو خدا اس شر سے محفوظ رکھے۔

مسئلہ اگر نماز میں ذکر سے کھیلے تو نماز شیعہ نہیں ٹوٹتی۔

(استبصار جزو اول ص ۲۵ مطبع جعفری)

(ف) اچھی بات یہ ہے کہ ایسی تماشہ بازی اور گتکا بازی مسجد میں نہ ہو۔ پھر طرفہ غضب یہ کہ بحالت نماز۔ نماز تو انسان کو خشوع و خضوع سے ادا کرنی چاہیئے نہ کہ ایسی نفس پرستیوں سے یاد کی جاتے۔ ایسی کھیلیں کھیلنے کے لئے کیا شیعان پاک کوئی اور مقام مقرر نہیں کر سکتے۔

— کتا کنوئیں میں گر کر مر جاوے اگر پھٹا نہیں اور پانی میں بو بھی نہیں ہوئی تو پانچ بو کے پانی نکالنا چاہیئے۔

(فروع کافی ج ۱ ص ۲ مطبع نولکشور)

(ف) شاید غسل کر کے گرا ہوگا۔ پانی نکالنے کی کیا ضرورت ہے، ہمارا ان گتا پرور شیعوں سے تو دور ہی سلام ہے۔

— خنزیر کے بالوں کی رسی سے جو پانی کنوئیں سے نکالا جائے پاک ہے اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

(فروع کافی ج ۱ ص ۲ مطبع نولکشور)

(ف) اس مسئلہ نے شیعان پاک کی پلیدی کو نمایاں طور پر ظاہر کر دیا۔ ہائے افسوس ایسے ایسے مسائل شیعوں کے نزدیک جزو اسلام ہیں۔ سچ ہے یہی ہیں۔ بدنام کنندہ نیکو نامے چند۔

۔ خنزیر کے چمڑے کا جو بوکا بنا ہوا ہو۔ اس سے جو پانی نکالا جائے پاک ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ ص۵ مطبع تہران)

(ف) اتقا اور پرہیزگاری کی حد ہو گئی۔ الٰہی! شیعوں کے دلوں سے گندگی دور کر تاکہ وہ ایسے خبیث مسائل سے توبہ کریں اور توبہ بھی سچی۔

۔ نماز ایک جس شخص نے ترک کی، تو خون اس نے اپنا کیا بے چھری۔ اگر دو نمازوں کا تارک ہوا تو گویا کہ خون ایک نبی کا کیا۔ ہوئی تین وقتوں کی جس سے قضا۔ تو کعبے کو اس شخص نے ڈھا دیا چار وقتوں کا گنہگار سے، تو ایسا ہے جیسے کہ اس شخص نے۔ زنا اپنی مادر سے ہفتاد بار۔ کیا دین کیسے ہیں۔

(تحفۃ العلوم ص۲۱ مطبع نولکشور)

(ف) حساب لگاؤ کتنے شیعہ روزانہ اپنا بے چھری خون کرتے ہیں؟ تم ہی ایمان سے کہو کتنے نبی تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ہوں گے؟

ع۔ ٹوٹا اگر کعبہ تو کچھ غم نہیں امیر۔ عام مشاہدہ کی رو سے تقریباً ۹۹ فیصدی شیعہ حضرات اپنی ماؤں کی روزانہ آبرو ریزی کرتے ہوں گے۔ شرم! شرم!! اے فرزندان ارجمند شرم!۔

۔ جو تارک نماز ہے وہ کافر ہے۔ (اصول کافی ص۵۱۲ مطبع نولکشور)

(ف) ملنگان شیعہ و بھنگیان رافضیہ جو آج کل پیشوایان شیعہ بنے بیٹھے ہیں بجائے نماز کے علی علی پکارتے ہیں۔ کافر مطلق ہوئے ان کے چیلے چانٹوں کی کیا پوچھ؟ گرو جنہاں دے ٹپنے چیلے جان شڑپ۔

شیعوں کو حکم ہے کہ جب جنازہ سنی میں شامل ہوں تو یہ دعا مانگیں۔ اے اللہ! بھر کر اس کی قبر کو آگ سے اور جلدی لے جا اس کو آگ میں یہ منزلی بنا تا تھا دشمنوں کو یعنی ابوبکر و عمر و عثمان کو۔

(فروع کافی ج ۱ ص۱۰۰ مطبع نولکشور)

(ف) اسی لئے حضرت غوث الاعظم نے کتاب غنیۃ الطالبین میں فتویٰ لکھا ہے کہ شیعہ کو نماز جنازہ میں نہ آنے دو کہ بجائے رحمت کے قہر مانگیں گے۔ یہ لوگ ولی دشمن ہیں ان سے علیک سلیک میل جول۔ کھانا پینا ترک کر دینا چاہیئے۔

۔ آج کل جو اذان یعنی بانگ شیعہ لوگوں نے ایجاد کی ہوئی ہے (جسے ربعہ یارہ کہدیں تو مبالغہ نہ ہوگا) جس میں شہادتین کے علاوہ شہادت ولایت علی بڑھاتے ہیں اسی پر شیعہ مصنف کا فتویٰ لعنت ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ ص۹۳ مطبع تہران)

(ف) اصحاب ثلاثہ کی بددعا ایسی ایسی پیچیدہ شکلیں پیدا کر دیتی ہے جیسے اب شیعہ حضرات سختی کے منہ میں آ گئے ہیں۔ اگر بانگ مروجہ چھوڑ دیں تو شیعہ نہیں رہتے اور اگر بانگ مروجہ دیں تو فتویٰ

لعنت کی کر کے مارتی ہیں۔ خسر الدنیا والاخرۃ ذالک ھو الخسران المبین ٥

شیعہ مذہب میں ہے کہ جو جزع فزع کرے (یعنی چیخے یا اپنے بال کھینچے یا منہ پر ہاتھ مارے یا سینہ یا ران پر ہاتھ مارے) تمام نیک اعمال اس کے برباد ہو جاتے ہیں۔

(فروع کافی ج ۱ ص ۱۲۱ مطبع نولکشور)

(ف) بات تو بالکل سچ ہے مگر نیک اعمال بھی اسی کے برباد ہوں گے۔ جس کے پاس ہوں، جن کا نہ خدا ہے نہ رسول۔ محرم میں بلا شک پیٹیں، مریں، کیا حرج ہے۔ افسوس ہماری تعلیم سے تو انہیں دشمنی تھی ہی، یہ بد بخت اپنے بزرگوں کا کہا بھی نہیں مانتے۔

— سیاہ لباس اس لئے پہننا حرام ہے کہ لباس فرعون ہے اور دوزخیوں کا نشان ہے۔ (حلیۃ المتقین ص ۸ مطبع نولکشور)

(ف) محرم کے مہینے میں خصوصیت کے ساتھ شیعہ سیاہ لباس پہنتے ہیں جس سے ان کا آلِ فرعون ہونا اور دوزخی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعًا۔

— شیعوں کے فتوے کے مطابق جزع فزع کرنے والا کافر مطلق ہے

(فروع کافی ج ۱ ص ۱۲۱ مطبع نولکشور)

(ف) الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ اس فتوے کی ہم بھی پرزور تائید کرتے ہیں ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

شیعہ خود قاتلِ حسین ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عریضہ شیعوں اور فدویوں و مخلصوں کی طرف سے بخدمت حضرت امام حسین ابن علی ابن طالب ہے۔ اما بعد! بہت جلد آپ اپنے دوستوں، ہواخواہوں کے پاس تشریف لائیے۔ کہ جمیع مردمان ولایت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں البتہ بتعجیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لائیے۔ والسلام

(جلاء العیون اردو ص ۴۳۱ مطبع شاہی لکھنو)

(ف) یہی وہ خط ہے جس کی وجہ سے امام حسینؓ نے سفر کوفہ منظور فرمایا تو اب ظاہر ہو گیا کہ انہی جاں نثارانِ امام نے دھوکہ دے کر امام مظلوم پر وہ وہ ظلم کئے جس کی یاد سے ہم مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام حسین کی روح لحد میں یہ شعر پڑھتی ہوئی بے قرار رہتی ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ‌ ‌ ‌ ‌ کہ با من ہر چہ کرد آں یار آشنا کرد

خطبہ امام زین العابدین:۔ یا ایھا الناس! میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں تم جانتے ہو کہ میرے پدر کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا۔ اور ان سے عہد و پیمان کیا ان سے بیعت کی آخر کار

ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا پس لعنت ہو تم پر تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کو اختیار کیا۔ الخ

(جلاء العیون اُردو صد ۵۰۶ مطبع شاہی لکھنؤ)

(ف) اس خطبہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قاتلان حسین یہی شیعہ لوگ تھے۔ جنہوں نے خط لکھ کر امام حسین کو کوفہ میں بلایا اور آخر کار خود ہی ان کو قتل کر دیا۔

تقریر بی بی ام کلثوم ہمشیرہ امام حسینؓ

اے اہل کوفہ! تمہارا حال اور مآل برا ہو۔ تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ اور تم نے کس سبب سے میرے بھائی کو بلایا اور ان کی مدد نہ کی انہیں قتل کر کے مال و اسباب لوٹ لیا ان کی پردگیان عصمت وطہارت کو اسیر دائے ہو تم پر۔ لعنت ہو تم پر۔

(جلاء العیون صد ۵۰۵ مطبع شاہی لکھنؤ)

(ف) بے شک پاک بی بی ام کلثوم کے جلے دل کی بددعا ان دھوکہ بازوں کے شامل حال ہے۔ اسی ظلم کی پاداش میں سال بسال اپنے سینوں پر کینوں کو زخمی کرتے رہتے ہیں۔

۔ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے شیعہ کو مرتد کہا۔

(فروع کافی صد ۱۰۷ مطبع نو لکشور)

(ف) واقعی امام برحق کی یہی شان ہے کہ وہ سچی بات منہ پر کہہ دیتا ہے اس میں امام کو ذرہ دریغ نہیں ہوتا۔ ہم بھی امام صاحب کے

بہت بہت ممنون ہیں۔

امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کی بلکہ اپنے آپ کو اس کا ایسا غلام بنلایا کہ حق فروخت کرنے کا دے دیا۔

(فروع کافی ج ۳ ص ۱۱۰ مطبع نولکشور)

(ف) ع تمہیں کہو یہ اندازِ گفتگو کیا ہے۔ یزید تمہارا امام ہے یا سنیوں کا۔ ذرا از راہ انصاف کہنا چاہئے! ہیدیوں نے امام صاحب کی کس قدر توہین کی ہے۔ انشاء اللہ سیدانِ قیامت میں امام صاحب ان کو دریدہ دہنی کی سزا دلا دیں گے۔ منتظر رہو۔

۔ عورت کی دُبر سے صحبت کرنی مذہب شیعہ میں جائز ہے فقط یہ شرط ہے کہ عورت بھی رضامند ہو جائے۔

(استبصار جزو ثالث ص ۱۳۰ مطبع جعفری)

(ف) ع تجربات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ سرکاری سڑکیں کھلی ہیں جس سڑک سے دل چاہا گزر گئے۔ ایک شیعہ صاحب نے ظریفانہ طور پر فرمایا کہ ذکر دُبر کے لئے ہے اس لئے کہ دونوں مدور (گول) ہیں۔

۔۔۔ ایک عورت نے علیؓ کو عرض کیا کہ میں جنگل میں گئی وہاں مجھ کو پیاس محسوس ہوئی۔ ایک اعرابی سے میں نے پانی مانگا۔ اس نے پانی پلانے سے انکار کر دیا مگر اس شرط پر کہ میں اس کو اپنے اوپر قابو دوں۔ جب پیاس نے مجھے مجبور کیا تو میں راضی ہو گئی اس نے مجھے پانی پلا دیا اور میں نے جماع کرا لیا۔ علی نے فرمایا قسم ہے رب کعبہ کی یہ تو

نکاح ہے۔ (فروع کافی صـ ۱۹۸ ج ۲ مطبع نولکشور)

(ف) اہل عالم کو شیعوں کا مشکور رہنا چاہیئے جنہوں نے اس روایت سے زنا کا وجود ہی دنیا سے مفقود کر دیا۔ بازاروں میں جن نورانی سیاہ خانوں زنا کا ارتکاب ہوتا ہے اس میں بھی مرد و عورت راضی ہو ہی جاتے ہیں۔ یہاں اگر پانی پلایا گیا تو وہاں اس اجرت سے بڑھ کر روپیہ دیا جاتا ہے۔ گواہ اور صیغہ نکاح کی شرط نہ یہاں نہ وہاں تو گویا مذہب شیعہ میں زنا علی الاعلان جائز ہو گیا۔ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

— عورت کی دبر سے صحبت کرنی جائز ہے۔

(فروع کافی ج ۲ صـ ۲۳۴ مطبع نولکشور)

(ف) غالباً اسی وجہ سے شیعہ لونڈے بازی مباح سمجھتے ہوں گے۔

— وہ عورت جس کی دبر زنی کی جائے اس پر غسل واجب نہیں۔ اگرچہ دبر زن مرد کو انزال بھی ہو جاتے۔

(فروع کافی ج ۱ صـ ۲۵ مطبع نولکشور)

(ف) کیسا پاکیزہ مذہب ہے سبحان اللہ! مذہب کیا ہے۔ پلیدی اور خباثت کا مجموعہ ہے۔

— بوسہ ماں کا لینا جائز ہے البتہ شہوت نہ ہو تو رحمت ہے اور اگر شہوت ہو کراہت ہے مگر جائز یہ بھی ہے کہ کراہت منافی جواز نہیں۔ (فروع کافی ج ۱ صـ ۵۰۴ مطبع نولکشور)

(ف) ضرور جی ضرور (ہم خرما و ہم ثواب) ایسے افعال سے ہی ادائیگی

حقوق والدہ ہوتی ہے۔ لعنت! نفس پرست عیاشی کی عجیب عجیب راہیں نکالتے ہیں اس میں یہاں تک اندھے ہوئے جاتے ہیں کہ ماں بہن کی بھی تمیز نہیں کر سکتے۔ آپ کے لئے کسی نے کہا ہے ؎

دو چیزوں کی درخواست ہے اے رحمت باری
میخانہ کا دروازہ نہ ہو توبہ کا در بند

ننگ دو ہی ہیں۔ قبل یا دبر۔ دبر تو خود ہی چھپی ہوتی ہے سامنے کی طرف کو ہاتھ سے ڈھانک لینا چاہیئے۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۶۰ مطبع نولکشور)

(ف) اگر ہاتھ سے نہ چھپ سکے تو شلغم کا پتا کفایت کر سکتا ہے شیعوں کی شریعت میں اتنا ہی ستر کافی ہے ؎ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے۔ خصوصاً شیعانِ بے حیا سے۔

عورت میت کی دبر اور قبل کو روئی سے خوب پر کیا جائے اور کچھ خوشبو بھی ملا کر سخت باندھ دیں۔ یعنی کپڑے سے۔

(فروع کافی ج ۱ ص ۷۶ مطبع نولکشور)

(ف) شیعان پارسا ایسے شریعت کے دلدادہ ہیں۔ کہ بعد از مرگ بھی وضو کے ٹوٹنے کا خیال رکھتے ہیں۔ مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ روئی کسی لکڑی سے داخل کی جائے یا انگشت سے ہی دبا دینا کافی ہوگا یا پھر اس بے زری کے زمانہ میں جاپان کو آرڈر دے کر کوئی سستا آلہ بنوانا پڑے گا۔ دیکھیئے! حضرات شیعہ اور در در مان قوم اس

آلہ کے اخراجات کے لئے کب قوم سے اپیل کرتے ہیں؟

۔ شیعہ مذہب میں ہے کہ اگر انسان اپنے بدن پر چونا لگا لیوے تو ننگا بالکل نہیں رہتا بیشک اپنے سارے کپڑے اتار لیوے، شیعوں کے امام بھی ایسا کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بقول شیعہ جب امام باقر نے ایسا کیا تو غلام نے امام کا ذکر وغیرہ نکلا ہوا دیکھا تو ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ حضور ہم کو کیا کہتے ہو اور خود کیا کرتے ہو؟ امام نے فرمایا چونا لگا ہوا ہے۔ (فروع کافی ج ۲ ص ۶۱ مطبع نولکشور)

(ف) منہ نوں لاہی لوئی۔ تے کیا کرے گا کوئی۔ خدا سے نہ ڈرنے والے نبی پر زنا جاری کرنے کی ہمت دھرنے والے امام عالی مقام کا رتبہ کیونکر پہنچا نیں۔ یا اللہ ان بدبختوں کو ہدایت فرما تاکہ تیری اور تیرے نیک بندوں کی قدر منزلت جانیں۔ آمین یا رب العلمین۔

۔ جو عورت یا مرد مسلمان نہ ہو شیعہ اس کے فرج کو دیکھ سکتا ہے یعنی جائز ہے وجہ یہ فرماتے ہیں کہ اس ننگ کا دیکھنا ایسا ہے جیسے کوئی گدھے گدھی کا فرج دیکھے۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۶۱ مطبع نولکشور)

(ف) سنی تو ایسے مسئلوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ البتہ شیعوں کو کوئی فرقہ ڈھونڈھنا چاہیے جن کے اس طرح باپ جھڑتے ہوں۔

؏ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

۔ اپنی لونڈی کی فرجی عاریتاً بلا نکاح اپنے دوست یا بھائی کو دینی

مذہب شیعہ میں جائز ہے۔

(استبصار جزو ثانی ص ۷۵-۷۶ مطبع جعفری)

(ف) اگر کوئی صاحب شیعہ مذہب اختیار کرے تو ہدیئے اور تحفے اچھے اچھے دستیاب ہوں گے۔ عجیب عجیب ڈیزائن کی فرجیاں ملیں گی مگر اسی طرح پھر اسے بھی دوستوں کو دعوت دینی پڑے گی۔ بے غیرتی کی بھی کوئی حد ہے؟

— ایک ٹکڑا کھجور کی سبز شاخ کا بقدر ایک ہاتھ میت کی داہنی بغل میں دوسرا دو زانو کے درمیان کیا جاوے پھر پگڑی باندھی جاوے۔

(فروع کافی ج ۱ ص ۴۷ مطبع نولکشور)

(ف) قبر کی طرف بھی لیس ہو کر مارچ کرنا چاہیئے منکر نکیر کو مرعوب کریں گے جب ہی تو چھٹکارا ہو سکے گا۔ ورنہ کیسۂ اعمال میں کیا دھرا ہے۔ خاک؟

— شیعہ مذہب میں ہے کہ اگر سالے کی دبر زنی کی جائے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۵ مطبع نولکشور)

(ف) شیعہ فلسفہ کی حماقت ملاحظہ ہو۔ کہیں داڑھی والے اور پکڑے جائیں مونچھوں والے۔

— اگر زوجہ منکوحہ حرہ کی بھانجی یا بھتیجی سے متعہ یا نکاح کرے اجازت زوجہ مذکورہ کی درکار ہے (یعنی بھانجی اپنے خالو جان اور

بھتیجی اپنے پھوپھا جان سے نکاح کر سکتی ہے)

(ف) شیعوں کی شہنیت ہی کچھ کے!! بقول جب ان کی مائیں بھی عصمت نہیں بچا سکتیں تو یہ بیچاریاں کس گنتی شمار میں ہیں۔ سچ ہے سے صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں۔

تحفۃ العوام ص ۲۷۲ مطبع نولکشور)

۔ شیعہ مذہب میں سالی اور ساس سے جماع کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۴ مطبع نولکشور)

(ف) دیکھو مسئلہ سالی اور ساس سے سالہ کی عصمت زیادہ قیمتی ہے۔ واقعی مردوں کو مردوں کی اسی طرح رعایت کرنی چاہیئے۔ یہ شیعوں کا ہی حصہ ہے ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

۔ عورت کی شرمگاہ کو چوم لے تو بھی جائز ہے۔

(حلیۃ المتقین ص ۷۷ مطبع نولکشور)

(ف) بس! یہی کسر رہ گئی تھی مرحبا!! شرمگاہ نہ ہوئی کربلائے معلّی کی زیارت گاہ ہو گئی۔ نعوذ باللہ من سوء العقیدہ۔

۔ عورت کی شرمگاہ کو چومنا شیعہ مذہب میں درست ہے۔
(فروع کافی ج ۲ ص ۲۱۴ مطبع نولکشور)

(ف) شیعوں کو مبارک رہے۔

۔ محارم عورتوں (یعنی اپنی بہن، بھانجی، بھتیجی، خالہ وغیرہ) سے اپنے ذکر کے گرد ریشمی باریک کپڑا لپیٹ کر جماع کرنا حرام نہیں ہے۔

(حق الیقین اردو ص۳۶ے مطبع سٹیم پریس لاہور)

(ف) پہلے مؤدب شیعہ تو ماں بہن کا احترام کرتے ہوئے ٹانگی لپیٹ کر جماع کرتے ہوں گے مگر زمانہ حال کے بے ادب گستاخ شیعہ نے یہ شرط بھی اڑا دی اور لکھ دیا کہ ٹانگی لپیٹ کر حرام ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ٹاکی لپیٹ کر حرام ویسے حلال ہے

واہ شیعا ندی پاکی یا رو واہ شیعا ندی پاکی ماواں نال زنا کرنیدے مُنہ ذکر تے ٹاکی

— شیعہ مذہب میں ہے کہ انسان مرتا ہی تب ہے جب اس کے منہ سے منی کا نطفہ نکل پڑتا ہے یا کسی اور جگہ بدن سے۔

(فروع کافی ج ۱ ص۸۵ مطبع نولکشور)

(ف) جس ناپاک منہ سے تمام عمر صحابہ کرام کو گالیاں دیتے رہے بھلا اس میں سے آخری وقت اگر منی وغیرہ بہہ نکلے تو ہرگز مقام تعجب نہیں میدان قیامت میں دیکھنا کیا درگت ہوتی ہے۔ کذالک العذاب ط ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ٥ مسلمانوں کے منہ سے تو آخری وقت ہمیشہ کلمہ شریف ہی نکلتا ہے لا تموتن الا وانتم مسلمون ٥۔

— شیعہ مذہب میں ہے کہ جو شخص محارم عورتوں (یعنی ماں۔ بہن بھانجی بھتیجی، خالہ، پھوپھی وغیرہ) سے نکاح کر کے جماع کرے اس کو زنا نہیں کہتے بلکہ بدیں وجہ یہ فعل حلال ہے۔ جو اولاد پیدا ہو اس کو اولاد زنا کہنا جائز نہیں جو ایسے مولود کو ولد الزنا کہے وہ قابل سزا ہوگا مختصراً۔

(فروع کافی ج ۲ ص۱۲-۲۵ مطبع نولکشور)

(ف) ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ایسے مولود مسعود کو حرامزادہ کہیں جبکہ شیعوں کے مذہب میں نہ زنا زنا ہی نہیں سمجھا جاتا بلکہ عبادت سمجھ کر اس کے جواز کی متعدد صورتیں قائم کی جا چکی ہیں تو ہم سوائے اس کے کہ ایسے ہر اُم صفت وحشیوں سے گریز کریں اور کیا کر سکتے ہیں۔

— اگر ایک شخص نے کتے کو شکار پر چھوڑا۔ کتے نے شکار کو پکڑ لیا اور شکاری پہنچ گیا۔ مگر اس کے پاس چھری نہ تھی کہ ذبح کرے وہ کھڑا تماشہ دیکھتا رہا۔ کتے نے اس کو مار کر کچھ کھا لیا وہ شکار بس حلال ہے

(ف) کیوں نہ ہو غالباً کتے کی صفت وفاداری کے انعام میں اس کا پس خوردہ حلال سمجھا گیا ہے۔ شیعوں کے نزدیک تو ایک ساتھ اکٹھے ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھا لینے میں بھی کوئی قباحت نہ ہوگی۔

— گوشت خنزیر اور مردار کا کھانے سے کوئی حد شرعی نہیں لگتی۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۱۳۱)

(ف) جب شرع ہی نہیں تو حد کیسی جب ستر گنہ لمبا قرآن آوے گا تو حدود شرعی بھی قائم کر لی جائیں گی۔

— اگر چوہا گوشت میں پک گیا ہو تو شوربا گرا دیا جائے اور گوشت دھو کر کھا لیا جائے۔ (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۰۵ مطبع نولکشور)

(ف) واہ جی واہ!! کیا کہنے!!! سچ ہے۔ "شوربا حرام تے بوٹی حلال"۔

— کتا گھی یا تیل میں جا پڑے تو وہ گھی یا تیل پاک رہتا ہے بشرطیکہ کتا زندہ باہر آ گیا ہو۔ (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۰۵ مطبع نولکشور)

(ف) بالکل ٹھیک! زندہ گدھا بہرحال مردہ گدھے پر فضیلت رکھتا ہے کیسی عمدہ عمدہ بحثیں ہیں۔ کتے کا اشیائے خوردنی میں گرنا اور پھر اس کی حیات و ممات بھی شیعوں کے پیشِ نظر ہے۔ شیعوں کے دماغ کی رسائی ملاحظہ ہو، وہاں پہنچا کہ فرشتوں کا بھی مقدور نہ تھا۔

— گدھا حرام نہیں ہے۔ خیبر کے دن اس کے کھانے سے اس لئے منع کیا گیا تھا کہ یہ جانور لوگوں کے بوجھ اٹھانے والا تھا۔ باربرداری میں تکلیف تھی۔ (فروع کافی ج ۲ ص ۹۸ مطبع)

(ف) پھر نواب شاہ (سندھ) کے قصابوں و دیگر متعدد بلادوں کے گوشت چوروں نے کونسا جرم کیا جنہیں جیل میں ٹھونسا جبکہ شیعہ ازم میں اس کے جواز کا ثبوت موجود ہے۔

— شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ناصبی (یعنی سنی) آدمی کتے سے بھی بدتر ہے۔ (فروع کافی ج ۱ ص ۸ مطبع نولکشور)

(ف) سنیو! تمہاری قدر و منزلت شیعوں کے نزدیک یہ ہے۔ عبرت پکڑو۔ شیعان! اگر کچھ بھی سلیم الطبعی کا جوہر تمہارے اندر ہے تو توبہ کرو۔ ایسے گندے، بے حیا اور واہیات عقائد کو آخری سلام کرکے صراط مستقیم (مذہب اہلسنت والجماعت) کی طرف آؤ۔

— پاخانے میں پڑی ہوئی روٹی دھو کر کھالے تو جہنم سے آزاد ہے۔

(ذخیرۃ المعاد ص ۵۹)

(ف) شیعہ مذہب کی یہ بھی خوب غذا ہے بسائل تو ان صاحبان کے

بہت ہیں۔ وقت کی قلت کے پیشِ نظر انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔
اگر مزید ان کے مسائل و عقائد کی فہرست مطلوب ہو تو فقیر کے رسالہ
"آئینہ شیعہ نما" کا مطالعہ کیجئے۔

شیعوں کو خوشخبری

مسئلہ "متعہ" کے جواز میں شیعہ تنہا نہیں بلکہ ان کے دو بڑے
دین کے ٹھیکیدار (۱) غیر مقلدین (۲) "منشی ابوالاعلیٰ مودودی" بھی ساتھ
ہیں۔ جنہوں نے بڑی شد و مد سے اس مسئلہ کے جواز پر فتویٰ صادر
فرمایا۔ اور شیعوں کو مبارکباد کہ انہیں اس مسئلہ کی تائید میں دو بڑے
پیشوا مل گئے۔ اگرچہ وہ ان کو بھی ہم اہلسنت کے ساتھ ملاتے ہیں لیکن
ہم انہیں خارجی کہتے ہیں۔ یہ شیعوں کی دوسری برادری کا نام ہے جنہیں
سیدنا شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جماعت سے دُور رکھا۔
ان کے تائیدی فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔

غیر مقلدین کے مذہب میں متعہ حلال ہے

غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہیں، اور عوام انہیں
وہابی کہتے ہیں، خیر سے ان کا رشتہ بھی بہت سے مسائل میں روافض
سے ملتا ہے مثلاً "رفع یدین ایک وتر" وغیرہ وغیرہ جس کی تفصیل فقیر
نے وہابی نامہ کے باب "غیر مقلدین کے دلچسپ مسائل" میں عرض

کردی ہے منجملہ ان کے یہ متعہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک جائز ہے اگرچہ لفظاً انکار کرتے ہیں ممکن ہے کہ ان کا یہ انکار مبنی بر تقیہ ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے معتبر محقق اور کثیر التصانیف عالم دین مولوی وحید الزمان خان اپنی مشہور کتاب نزل الابرار ج ۲ صفحہ ۳۳ پر لکھا ہے کہ "نکاح المتعہ فجوزوہ حالانہ کان ثابتاً جائزاً فی الشریعۃ ۔ الخ ۔
اس کے جواز پہ بڑا زور لگایا ہے صفحہ ۳۳ تا ۳۵ جلد دوم ملاحظہ ہو۔

ازالہ توہم

وہابیوں غیر مقلدوں پر لازم ہے کہ اگر ان کے نزدیک یہ مسئلہ ناجائز ہے یا مولوی وحید الزمان خان نے غلطی کی ہے تو جیسے وہ احناف کے مسائل کی تردید میں رسائل اور کتابوں اشتہارات اور دیگر ذرائع سے زور وشور سے تردید کرتے ہیں ۔ اس مسئلہ کی بھی تردید کریں ۔ اس وقت تک نہ تو اس مسئلہ پر مستقل طور پر کوئی رسالہ لکھا گیا ہے اور نہ ہی وحید الزمان خان سے برأت کا اعلان ہوا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھ ہے اندرونِ خانہ میں۔

چیلنج

فقیر غیر مقلدین کے تمام اصاغر و اکابر کو چیلنج پیش کرتا ہے ۔
کہ متعہ کے جواز میں دلائل قائم کرو ۔ اگر تمہارے نزدیک ناجائز ہے تو

وحید الزمان خان کے متعلق وضاحت کرو۔ ورنہ یقین ہو گا کہ
ہے کوئی راز اندرون خانہ میں

مودودی اور متعہ

سابق امیر جماعت اسلامی جناب ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن کے زیر عنوان "ترجمان القرآن اور اگست کے شمارہ میں سورہ مومنون کی آیت: اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ

"متعہ کا جب ذکر آگیا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دو باتوں کی اور توضیح کر دی جائے:۔

اول: یہ کہ اس کی حرمت خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لہذا یہ کہنا کہ اسے حضرت عمر نے حرام کیا درست نہیں ہے حضرت عمرؓ اس حکم کے موجد نہیں تھے بلکہ صرف اسے شائع اور نافذ کرنے والے تھے۔ چونکہ یہ حکم حضور نے آخر زمانے میں دیا تھا اور عام لوگوں تک نہ پہنچا تھا۔ اس لئے حضرت عمر نے اس کی عام اشاعت کی اور بذریعہ قانون اسے نافذ کیا۔

دوم: یہ کہ متعہ کو مطلقاً حرام قرار دینے یا مطلقاً مباح ٹھہرانے میں سنیوں اور شیعوں کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے اس میں بحث و مناظرہ نے بے جا شدت پیدا کر دی ہے ورنہ

امرِ حق معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں۔ انسان کو بسا اوقات ایسے حالات سے سابقہ پیش آجاتا ہے جن میں نکاح ممکن نہیں ہوتا اور وہ زنا یا متعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ایسے حالات میں زنا کی بہ نسبت متعہ کر لینا بہتر ہے۔ مثلاً: فرض کیجئے! کہ ایک جہاز سمندر میں ڈوب جاتا ہے اور ایک مرد و عورت کسی تختے پر بہتے ہوئے ایک ایسے سنسان جزیرے میں جا پہنچتے ہیں۔ جہاں کوئی آبادی موجود نہ ہو وہ ایک ساتھ رہنے پر بھی مجبور ہیں اور شرعی شرائط کے مطابق ان کے درمیان نکاح بھی ناممکن ہے۔ ایسی حالت میں ان کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ باہم خود ہی ایجاب و قبول کر کے اس وقت تک کے لئے عارضی نکاح کر لیں جب تک وہ آبادی میں نہ پہنچ جائیں یا آبادی ان تک نہ پہنچ جائے۔ کم و بیش ایسی ہی اضطراری صورتیں اور بھی ہو سکتی ہیں متعہ اسی طرح کی اضطراری حالتوں کے لئے ہے۔"

(ترجمان القرآن لاہور۔ اگست ۱۹۵۵ء)

فقیر اویسی غفرلہ کہتا ہے کہ مودودی صاحب کے لئے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے شیعہ مسلک اختیار کر کے متعہ کا فتویٰ صادر فرمایا اور شیعہ حضرات چونکہ متعہ کو جائز سمجھتے ہیں اور مودودی صاحب بھی شیعہ ہیں اس لئے وہ ایک شیعہ مفتی کی حیثیت سے فتویٰ صادر فرما رہے ہیں۔

مگر چونکہ مودودی صاحب ہمیشہ اپنے آپ کو مسلک اہلسنت والجماعت سے متعلق ظاہر کرتے ہیں اس لئے متعہ کے بارے میں ہمیں مجبوراً اہلسنت والجماعت کا مسلک اور نظریہ واضح کرنا پڑا۔

مودودی صاحب کی بہت سی تحریریں نظر سے گزری ہیں جن میں آپ کسی ایسے دینی مسئلہ کے متعلق جو نادر الوجود ہو ایک مفروضہ قائم کر کے بالکل انوکھا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں۔

نومبر ۱۹۵۴ء کے ترجمان القرآن میں اسی طرح ایک مفروضہ قائم کر کے دو متحد الجسم توام لڑکیوں کے متعلق فتویٰ صادر فرما دیا تھا کہ یہ دونوں بہنیں اگر ایک ہی مرد کے ساتھ نکاح پر راضی ہو جائیں تو ایک ہی مرد کے ساتھ ان کا نکاح جائز ہے، حالانکہ قرآن پاک میں اس بات کا صاف اور واضح حکم موجود ہے، کہ جمع بین الاختین۔ قطعی طور پر حرام ہے۔ اس دورِ ترقی میں اس بات کا ثبوت پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا ہے کہ دنیا کے فلاں خطہ میں فی الواقع ایسی جڑواں لڑکیاں موجود ہیں اور وہ نکاح کے لئے بے تاب ہیں۔ لیکن ایک ہی مرد کے ساتھ ایسی لڑکیوں کے نکاح کے لئے مودودی صاحب کے علاوہ دنیا کا کوئی مفتی بھی نصِ قطعی کے خلاف فتویٰ صادر کرنے کی جسارت نہ کر سکا۔ بالآخر مودودی صاحب کو ہی یہ الجھن حل کرنا پڑی اور نصِ قطعی کے خلاف فتویٰ صادر کرنے کی ضرورت پڑی۔ اسی طرح ایک مفروضہ اضطراری حالت کی آڑ میں جوازِ متعہ کا فتویٰ بھی صادر فرما دیا ہے۔

مودودی صاحب نے فتویٰ کی ابتدائی سطروں میں اس بات کا خود اعتراف کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو خود حرام قرار دے دیا تھا۔ لیکن مودودی صاحب کے نظریئے میں یہ حرمت ان ایمرجنسی اور اضطراری حالات پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ بلکہ انسان کو بعض دفعہ ایسے حالات سے سابقہ پیش آجاتا ہے کہ انسان متعہ یا زنا دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مودودی صاحب نے اس کے لئے سمندر میں جہاز ٹوٹ جانے اور اس حادثہ میں ایک مرد اور عورت کا بچ کر کسی جزیرے میں پہنچ جانے کی ایک مثال بھی دی ہے اور اس مثال میں صرف اس بات کا اشارہ کر دیا گیا ہے کہ شرعی شرائط کے مطابق اس مرد اور عورت کے درمیان نکاح بھی ممکن نہیں ہے یعنی وہ عورت منکوحہ ہے اور اس کا خاوند زندہ ہے۔ ایسی حالت میں ان کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ باہم خود ہی ایجاب و قبول کر کے اس وقت تک کے لئے عارضی نکاح کر لیں جب تک کہ وہ آبادی میں نہ پہنچ جائیں۔

جواز متعہ کے لئے مودودی صاحب نے اضطراری حالت کی جو مثال پیش کی ہے اوّل تو وہ مثال غلط ہے کیونکہ مرد اور عورت کا ایک جگہ اکٹھے ہو جانا کوئی ایسا اضطرار نہیں ہے کہ ان کے لئے نکاح یا مجامعت کے بغیر زندہ رہنا محال ہے۔ ایسے مرد اور عورت ایمرجنسی حالات میں بھائی بہن کی حیثیت میں بھی اپنی زندگی کے ایام پورے کر سکتے ہیں اور اگر مرد اور عورت کا ایک جگہ اکٹھے ہو جانا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ

بس اب وہ مجامعت کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ شرعی شرائط کے مطابق ان سے ناممکن ہو۔ علاوہ ازیں وہ عورت پہلے سے منکوحہ ہو پھر کیسے اس کے لئے اضطراری حالت میں عارضی یا ٹمپریری نکاح ...... (TEMPORARY MARRIAGE) ~~(TAMPRAY MARIG)~~ ناگزیر ہو جاتا ہے تو پھر موجودہ حالات میں ایسی کئی اضطراری صورتیں جنم لے لیں گی۔ کہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت پوری کوشش کے باوجود بھی ان کے لئے فتاویٰ فراہم نہیں کر سکیں گے مثلاً

(۱) کسی ملک میں ایک مرد اور عورت کو کسی جرم کی پاداش میں عمر قید کی سزا دی جائے اور فیصلہ یہ ہو کہ ان دونوں کو ہمیشہ ایک ہی کمرہ میں محبوس کیا جائے گا۔ ان دونوں کے درمیان شرعی شرائط کے مطابق مستقل نکاح تو ممکن نہیں کیا یہ دونوں خود ایجاب و قبول کر کے اس وقت تک کے لئے عارضی نکاح کر سکتے ہیں جب تک کہ جیل خانہ سے رہا نہ ہو جائیں؟

(۲) ایک عورت کے خاوند کو ۱۶ سال کی طویل مدت کی قید کی سزا دی گئی ہے اس عورت کے چھ/سات بچے ہیں وہ ہزار کوشش کے باوجود ذریعہ معاش تلاش کرنے میں ناکام رہی ہے قرضہ اسے کوئی دیتا نہیں ہے۔ بھیک مانگتی ہے تو اسے دربدر دھکے پڑتے ہیں۔ گھر سے وہ بالکل قلاش ہے وہ خود اور اس کے بچے فاقہ کشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں وہ عورت عصمت بیچنے پر آمادہ ہو تو اس کے کئی گاہک موجود ہیں وہ اس اضطراری حالت میں اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کسی مرد کے ساتھ ایک

ماہ کے لئے ایک سو روپے کی شرط پر عارضی نکاح کر سکتی ہے اور اس مدت کے بعد پھر کبھی اسے ویسی ہی ضرورت پیش آگئی تو کیا وہ اپنے حقیقی خاوند کی رہائی تک کے لئے عارضی نکاح کر سکتی ہے؟

میں مودودی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ وہ خود ہی غور فرمائیں کہ وہ اس شہوت پرست ماحول میں کس قسم کے نظریات کی اشاعت کر رہے ہیں اور غضب یہ ہے کہ ایسے نظریات پر اسلام کی مہر بھی ثبت فرما رہے ہیں!

مودودی صاحب نے اپنی اس تفسیر میں اس بات کا اقرار کر لینے کے بعد کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام قرار دے دیا تھا اور چونکہ یہ حکم حضورؐ نے آخر زمانے میں دیا تھا اور عام لوگ ابھی اس حکم سے مطلع نہ ہوئے تھے صرف اپنے فتوے کی تائید کے لئے پھر بھی اس بات کا اعادہ ضروری سمجھا ہے کہ متعہ ایسی ہی اضطراری حالتوں کے لئے ہے اور صحابہ میں سے ابن عباس وغیرہ نے اسی لئے اس کو جائز رکھا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے واضح حکم کے بعد صحابہ کا قول کس طرح حجت بن سکتا ہے؟

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام قرار دے دیا تھا تو دوسرے مسائل کی طرح اضطراری حالتوں کے لئے جواز کی صورت بھی خود ہی بیان فرما دیتے۔ اور پھر جب کہ مودودی صاحب کی تفسیر میں اس بات کا اقرار موجود ہے کہ عام لوگوں تک حضورؐ کا حکم نہیں

پہنچا تھا اور اس حکم کی تشہیر حضرت عمرؓ نے کی۔ اس کے باوجود مودودی صاحب نے بھی صحابہ کرام کا حوالہ دیا ہے۔ کیا وہ حضرات تحریم متعہ تک کے لئے حرمت متعہ کا حکم صادر ہوتے اور حضورؐ کے اس حکم سے مطلع ہوجانے کے بعد بھی جواز متعہ کا فتویٰ صادر فرماتے رہے ہیں؟ کیا مودودی صاحب ایسی کوئی دلیل پیش کریں گے؟

مودودی صاحب نے اپنے فتویٰ کی تائید و حمایت میں بعض صحابہ کے ذکر میں ابن عباس کا نام بھی پیش کیا ہے۔ حالانکہ دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ حرمتِ متعہ کی تاریخ ذکر کرکے پھر صحابہ کرام کا کوئی قول پیش کرتے تاکہ حجت قائم کرتے ہیں کوئی دقت پیش نہ آتی۔

متعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس کا حکم یہ ہے کہ: عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال انما کانت المتعۃ فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ بھا معرفۃ فیتزوج المرأۃ بقدر ما یریٰ انہ یقیم حتیٰ اذا نزلت الآیۃ الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم قال ابن عباس فکل فرج سواھما حرام۔ (ترمذی شریف صفحہ ۱۳۳/۱۳۴)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ متعہ اسلام کے ابتدائی ایام میں مباح تھا اس لئے کہ آدمی مسافر کی حیثیت سے کسی شہر میں جاتا اور وہاں اس کی کوئی جان پہچان نہ ہوتی تھی۔ پس وہ مسافر کسی عورت کے ساتھ مدتِ قیام کے لئے متعہ کر لیتا تھا

پس جب یہ آیت نازل ہو گئی تو اب سوائے حقیقی نکاح اور لونڈی کے اور تمام عورتیں حرام ہیں ۔

متعہ کیا ہے ؟

متعہ کے معنی ہیں فائدہ اٹھانا یا نفع حاصل کرنا۔ اس کے متعلق مختلف روایات منقول ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ اسلام کے ابتدائی ایام میں اجازت تھی کہ دو گواہوں کے روبرو ایک خاص مدت کا تعین اور مہر کا تقرر کرکے ولی کی اجازت سے کسی عورت کے ساتھ عارضی نکاح کر لیا جاتا ؟

چنانچہ تفسیر ابن جریر میں لکھا ہے کہ: فھذہ المتعۃ الرجل ینکح المرأۃ بشرط الی اجل مسمّٰی ویشھد شاھدین وینکح باذن ولیھا ط (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۵ پارہ پنجم ۹ سطر ۱۶)

یعنی متعہ یہ تھا کہ مرد کسی عورت کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں مدتِ معینہ کے لئے نکاح کر لیتا ۔یعنی موجودہ مروجہ نکاح تاحینِ حیات یا زندگی تک کے لئے ہے اور وہ متعہ جس کے جواز کا مودودی صاحب

علے اس سلسلہ میں جو بات ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ جیسے ظہورِ اسلام سے قبل شراب پینے کا رواج تھا۔ اسی طرح متعہ کا بھی رواج ظہورِ اسلام سے قبل ہی جاری تھا پھر جب حرمتِ شراب کے حکم آنے کے بعد شراب حرام ہو گئی، اسی طرح حرمتِ متعہ کے حکم آنے کے بعد متعہ حرام ہو گیا۔

فتویٰ صادر فرما رہے ہیں مدّت معینہ کے لئے ہوتا تھا۔ باقی مہر کا تقرر اور گواہوں کی موجودگی ویسے ہی شرط تھی جیسے موجودہ نکاح میں۔

اور یہاں مودودی صاحب بغیر گواہوں کے خود ہی ایجاب و قبول کرنے پر عارضی نکاح کے جواز کا فتویٰ صادر فرما رہے ہیں یہ نکاح ہے یا زنا؟

اور بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ :

"متعہ فتح مکّہ کے موقع پر صرف تین دن کے لئے مباح قرار دیا گیا تھا۔ لیکن پھر حضور علیہ السلام نے اس حکم کو منسوخ فرما دیا"

چنانچہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے :

وقیل[1] نزلت الآیۃ فی المتعۃ التی کانت ثلثۃ ایام حین فتحت مکۃ ثم نسخت لماروی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اباثم

---

[1] : بیضاوی وغیرہ میں قیل کے لفظ کے ساتھ جو روایت آئی ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ چونکہ اس وقت تک متعہ کی حرمت کا حکم نہیں آیا تھا۔ اس لئے حضور اکرم نے متعہ کی حرمت کا حکم نہیں دیا۔ مگر جب حرمت کا حکم آگیا تو آپ نے حرام کر دیا۔

ہمارا مقصد اس نوٹ سے بتانا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود متعہ کو حلال کیا ہی نہیں بلکہ صورت حال یہ تھی کہ شراب کی طرح متعہ کا بھی رواج تھا اور یہ بات ظہور اسلام سے قبل ہی جاری تھی پھر جب تک متعہ کے متعلق کوئی ہدایت نہ آئی۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرمت کا اعلان نہیں فرمایا اور متعہ جاری رہا۔ مگر جب حرمت کا حکم آگیا تو حضور اکرمؐ نے متعہ کی حرمت کا اعلان فرما دیا جیسے شراب کی حرمت کا اعلان فرمایا۔

اصبح یقول یا ایھا الناس انی کنت امرتکم بالاستمتاع من ھذہ النساء الا ان اللہ حرم ذالک الی یوم القیامۃ وجوزھا ابن عباس ثم رجع عنہ ۰

(بیضاوی شریف)

یعنی بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت نکاحِ متعہ کے متعلق ہے جو فتح مکہ کے موقع پر صرف تین دن کے لئے مباح قرار دیا گیا تھا لیکن بعد ازاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کے مباح ہونے کا حکم منسوخ کرتے ہوئے اعلان فرما دیا کہ:

"لوگو! میں نے تمہیں ان عورتوں کے ساتھ متعہ کی اجازت دی تھی۔ خبردار سُن لو اب اللہ تعالےٰ نے اسے قیامت تک کے لئے ہمیشہ حرام قرار دے دیا ہے۔"

حضرت ابن عباس جب تک آپ کو حرمتِ متعہ کی حدیث نہیں پہنچی تھی۔ اس وقت تک متعہ کو مباح قرار دیتے رہے مگر جب حرمتِ متعہ کا علم ہو گیا تو آپ نے حلتِ متعہ سے رجوع کر لیا۔

حضرت ابن عباس یا دوسرے بعض صحابہ کرام اس وقت اضطراری کی حالت میں متعہ کو مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ مباح سمجھتے رہے جب تک کہ انہیں حضور علیہ السلام کے فرمان کا علم نہیں ہوا۔ مگر جب حرمت کا علم ہو گیا تو انہوں نے متعہ کے فتاویٰ سے رجوع کر لیا۔

اس کے متعلق روایت ہے:

(تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ نووی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۰ باب المتعہ۔ تفسیر غرائب القرآن۔ پارہ پانچواں از علامہ نیشاپوری مصری) میں ہے کہ:

(ابن عباس نے) اباحتِ متعہ سے رجوع کرتے ہوئے کہا اے اللہ! میں اپنے قول (جوازِ متعہ) سے توبہ کرتا ہوں۔"

ہم خوفِ طوالت کی وجہ سے فی الحال ان مختصر حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہوئے بعض دوسری ضروری باتوں کے متعلق معروضات پیش کر کے اس بحث کو ختم کئے دیتے ہیں۔

قانون میں لچک

مودودی صاحب کی طرح اگر ہم بھی ایک مفروضہ قائم کر کے ایک وقت یہ تسلیم کر لیں کہ اسلام نے عام زندگی کے لئے جن قوانین کے نفاذ کا حکم دیا ہے وہ کسی وقت ناقابلِ عمل بھی ہو سکتے ہیں اور کسی وقت احکام کے ظاہری مفہوم پر عمل کے بجائے ان کی روح کا تقاضا پورا کیا جا سکتا ہے تو پھر اسلام ایک قانون یا لاء کی حیثیت کبھی اختیار نہیں کر سکتا، کیونکہ اس صورت میں ہر برائی کے ارتکاب اور ہر قانون شکنی یا حکم عدولی کے بعد مجرم اپنی صفائی میں پوری بے باکی کے ساتھ اس بات کا اعلان کر سکتا

ہے کہ مجھ سے یہ جرم صرف اضطراری ہی کی حالت میں سرزد ہو گیا ہے مثلاً:

۱- موجودہ معاشی بدحالی اور اقتصادی ناہمواری کے وقت ایک چور یہ کہہ سکتا ہے کہ میں انتہائی تنگی اور فاقہ کشی کے ایام گزار رہا تھا اور بالآخر میرے لئے سوائے اس کے چارہ کار نہ تھا کہ چوری کر کے اپنی جان بچاؤں ـ اور دیکھئے ـ میں نے چوری کرتے وقت صرف اسی قدر مال و اسباب اٹھایا ہے جس قدر مجھے اس کی ضرورت لاحق تھی جس جرم کا مجھ سے اضطراری حالت میں ارتکاب ہوا ہے اس کی پاداش میں مجھے سزا کیسے دی جا سکتی ہے؟

۲- ایک زانی مرد جب گرفتار ہو کر عدالت کے روبرو پیش ہوگا تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں انتہائی مفلس ہوں اور قلاش و کنگال مرد ہوں ـ تنگ دستی کی وجہ سے میں کسی عورت کے ساتھ آج تک شادی نہیں کر سکا ہوں ـ میرا گھر دو دریاؤں کے درمیان واقع ہے ـ اتفاقاً دریاؤں میں طغیانی آ گئی اور ایسا قیامت خیز اور تباہ کن سیلاب آیا کہ ہمارے ارد گرد کا تمام علاقہ حتیٰ کہ ہمارا گاؤں بھی تباہ ہو کر نیست و نابود ہو گیا اور چاروں طرف پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا تباہ شدہ گاؤں کے ملبہ میں اور ایک دوسری منکوحہ

عورت زندہ بچ گئے۔ بہفتہ عشرہ تو میں نے اپنے نفس پر قابو پا یا مگر جب اپنے نفس امارہ پر قابو پانا میرے بس کی بات نہ رہی تو میرے لئے سوائے اس کے چارہ کار نہ تھا کہ یا زنا کروں یا متعہ! بالآخر ہم دونوں نے خود ہی ایجاب و قبول کر کے اس وقت تک کے لئے عارضی نکاح کر لیا جب تک کہ سیلاب کا پانی نہ اُتر جائے اور ہم دوسری آبادی میں نہ پہنچ جائیں لہٰذا ہم زنا کے قصوروار نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری اضطراری مثالیں بھی ہو سکتی ہیں فرار کا مفروضہ بنایا اور سزا سے نجات پالی۔ اگر قوانین میں ذرہ برابر بھی لچک رکھی جائے گی تو ان صورتوں میں کوئی جرم قابل گرفت نہیں رہ سکتا ہے۔ اور اس طرح دنیا بھر کی حرام چیزیں حلال ہو سکتی ہیں۔

پس منظر

جوازِ متعہ کے فتویٰ سے قبل بھی مودودی صاحب نے تنقید و تبصرے میں کبھی تو حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں میں میخ نکالتے ہوئے انہیں (نعاذ باللہ) حکومت کے نااہل قرار دیا اور کبھی اپنا زورِ قلم دوسرے صحابہ کرامؓ کی خامیاں اجاگر کرنے

میں صرف کیا گیا۔ اور اب جوازِ متعہ کا فتویٰ صادر کر کے انہوں نے جماعتِ اسلامی میں شریک یا مخالف شیعہ گروپ کو خوش کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

مگر ہم بلا خوف تردید یہ بات عرض کریں گے کہ جماعتِ اسلامی اور مودودی صاحب ایسی قابلِ اعتراض تحریروں کی اشاعت اور مضحکہ خیز فتاوی کے بغیر بھی شیعہ گروپ کو اپنے ساتھ ملا سکتے ہیں۔

ایسی تحریروں سے اگر مودودی صاحب یا جماعتِ اسلامی احتراز کرے یا وقتی طور پر ایسی باتوں کو کسی دوسرے وقت کے لئے روک لیں تو آخر اس سے کون سی قیامت برپا ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔

مودودیوں سے

مودودیو! تم صالحین کی جماعت متعہ کو جائز سمجھتے ہو تو کھلم کھلا اعلان کر دو تاکہ ہمیں شیعہ یہ طعن نہ کریں کہ مودودی سُنی ہیں مگر متعہ کے مسئلہ میں ہمارے ساتھ اور ہم تمہیں خارجی مانتے ہیں۔ اگر تمہارے نزدیک متعہ حرام ہے تو مودودی اب زندہ ہے

اس سے اس کی وضاحت کراؤ ورنہ اس سے توبہ کراکہ اخبارات میں اس کا اعلان کردو ورنہ ہم سمجھیں گے کہ "رل بیٹھے ہیں دیوانے دو" بلکہ کہو تین۔ یعنی غیر مقلدین بھی ساتھ۔

تتمۃ الکتاب

فقیر نے اپنی وسعت کے مطابق چند سطور پیش کئے ہیں شاید کسی مرد مومن کو حقیقت کا دامن نصیب ہو جائے اور بھٹکا ہوا مسافر کوئی صحیح راہ پالے تو فقیر اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سرخروئی حاصل کرے کہ آپ کے امتی کو فقیر کے قلم کی خدمت سے آپ تک پہنچنے کا موقعہ ملا ہے اس سے فقیر کا بھی بیڑا پار ہو۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ حبیبہ سید المرسلین وعلےٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

قادری فقیر ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی

بہاولپور

ردِّ شیعہ میں مصنف ہذا کی دیگر تصانیف

القول المقبول فی بنات الرسول

شیعہ سنّی کی معتبر کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں ان کا منکر گمراہ ہے۔ نیز اس کے متعلق شیعوں کے جملہ اعتراضات کے دنداں شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔ (زیر طبع) قیمت ایک روپیہ

تطہیر الجنان

اصحاب ثلاثہ سیدنا ابوبکر صدیق۔ سیدنا عمر فاروق۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر شیعوں کے اعتراضات کے دنداں شکن جوابات جس سے خود شیعہ انگشت بدنداں ہیں۔

قیمت ۷۵۔۔

آئینہ شیعہ نما

حضرت علامہ اویسی صاحب نے شیعہ مذہب کی تقریباً تین سو کتابوں کا کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ مثلاً اصول کافی فروع کافی

الاستبصار من لا یحضرہ الفقیہ وغیرہ وغیرہ اس رسالہ کو پڑھنے والا شیعہ کے مناظرہ میں میدان جیت جاتا ہے اور شیعہ مناظر کو چنے چبا دیتا ہے۔

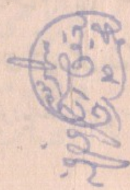
قیمت صرف ۲ روپے

اما لتہ القلوب یعنی صحابہ کرام کے فضائل از قرآن وحدیث سے۔

قیمت صرف ۵۰ پیسے

مکمل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

فقیر محمد صالح اویسی



ناظم اعلیٰ:

مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور